ماہنامہ

مظاہر علوم

سہارنپور







دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور (یوپی)

اس شمارے میں

اداریہ	یہ وقت عمل کا ہے	عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی	۳
درس قرآن	بدعمل عالم کی سزا	مولانا محمد ساجد حسن سہارنپوری	۷
انوار حدیث	چند اہم نصیحتیں	مولانا محمد خالد سعید اعظمی	۱۳
مقالات و مضامین	علمِ دین سے دوری	مولانا محمد اشہد رشیدی	۱۷
	مسلمان اور ذرائع ابلاغ	مولانا اسرار الحق قاسمی	۲۳
	ہر شخص کے لیے	مولانا محمد معاویہ سعدی	۲۹
	اذان اور چند حقائق	مولانا محمد انور داؤدی اعظمی	۳۵
	قادیانیت سے توبہ	مولانا محمد اکرم بستوی	۴۰
	بغیر محرم کے سفرِ حج	مولانا ندیم احمد انصاری	۴۴
	متفرق مسائل	انتخاب: عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی	۴۸

○ دائرہ کا سرخ نشان آپ کی مدت خریداری ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ کے لیے رقم ارسال فرمائیں۔

☆ شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

☆ جواب طلب امور کے لیے لفافہ اور خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

☆ ماہنامہ، انگریزی ماہ کی ۲/تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ ۱۰/تاریخ تک موصول نہ ہونے پر مطلع فرمائیں۔

نوائے سحر

یہ وقت عمل کا ہے

عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

ہندوستان کی موجودہ سماجی و معاشرتی اور سیاسی فضا ایسی بنائی جارہی ہے جس میں مذہبی منافرت کو پروان چڑھایا جارہا ہے، ایک دوسرے کے مذہبی وآئینی حقوق پر ڈاکہ زنی ہورہی ہے، حکومت واقتدار کے زور پر مذہبی معاملات میں دخل اندازی کے ذریعہ سراسر آئینی حقوق کی دھجیاں اڑائی جارہی ہیں۔

آج کل ہندوستانی سیاست میں بہت سے ایسے مسائل زیر بحث ہیں جو خالص اسلامی شعائر میں داخل ہیں اور جن کی ادائیگی کے لئے مسلمانوں کو آئینی اور قانونی حقوق حاصل ہیں ان میں ترمیم کی کوشش کی جارہی ہے اور اس پر روزانہ گرما گرم بحثیں اور ہنگامے ہورہے ہیں، کبھی ہندوستان کی عدالت عالیہ سپریم کورٹ کا سہارا لیا جاتا ہے تو کبھی پارلیمنٹ میں ان کو ایسے انداز سے پیش کیا جاتا ہے کہ گویا ہندوستان کی معاشی خوشحالی ان مسائل کے حل کے بغیر ناممکن ہے، جبکہ ایسے سیکڑوں مسائل ہیں جو انتہائی اہم اور توجہ طلب ہیں لیکن ان سب کو نظر انداز کیا جارہا ہے، اس سے حکومت اور صاحب اقتدار افراد کی بدنیتی ظاہر ہے، اسی وجہ سے ہندوستان کی سیکولر عوام کا اعتماد عدلیہ سے اٹھتا جارہا ہے، یہ ملک کے لئے بڑی تشویش کی بات ہے۔

ہندوستانی جمہوریت ارباب اقتدار کے ہاتھوں ایک کھلونا بن کررہ گئی ہے، صوبہ یوپی میں دیوبند اور علی گڑھ جیسے قدیم شہروں کے نام میں تبدیلی کی آواز اٹھنے لگی، میرٹھ کی میونسپل کارپوریشن میں وندے ماترم نہ پڑھنے پر عوام کے ووٹوں سے منتخب شدہ مسلم

نمائندوں کی ممبرشپ کوختم کرنے کا اعلان کیا جانے لگا، گاؤکشی کے نام پر مسلمانوں میں دہشت پھیلائی جانے لگی، غیر قانونی مذبح خانوں کو بند کرانے کے بہانے ہندوستان کے مسلمانوں میں خوف وہراس پیدا کیا جانے لگا، طلاق جیسے خالص اسلامی مسئلہ کوسیاست کا موضوع بنا کر ہنگامہ کیا جانے لگا، بغیر محرم کے مسلمان عورت سفر شرعی نہیں کرسکتی، یہ ایک مسلمہ شرعی اصول اور حکم ہے، اس حکمِ شرعی کے خلاف آواز اٹھائی جانے لگی، حالانکہ ضرورت تھی کہ سب سے پہلے لوگوں کا اعتماد بحال کرنے کے لیے ''سب کا ساتھ سب کا وکاس'' کے نعرہ کوعملی جامہ پہنایا جاتا۔ بجلی پانی اور کپڑا مکان جیسے عوامی مسائل کوحل کیا جاتا، لوگوں کوزیادہ سے زیادہ تعلیمی مواقع فراہم کرنے کے لیے کم ازکم گفتگو ہی شروع کی جاتی۔ تین طلاق کے نام پر مسلم خواتین کے ساتھ ہمدردی جتانے والے سچی ہمدردی کا نمونہ پیش کرکے مسلم خواتین کی معاشی بدحالی دور کرنے کے لئے اقدام کرتے، معاشرے کو سٹے بازاروں سے پاک کرنے کی کوشش کی جاتی، اُن شراب خانوں کو بند کرنے کی کوشش کی جاتی جہاں ہندوستانی قوانین کی دھجیاں اڑا کر صحت کے لیے انتہائی نقصان دہ شراب تیار کی جاتی ہے، عیاشی کے اڈوں کو بند کرنے کے لیے فیصلے کیے جاتے، غنڈوں کو سلاخوں کے پیچھے بند کیا جاتا، اُن لوگوں کے خلاف سخت کاروائی کی جاتی جو چند پیسوں کی خاطر لوگوں کی صحت کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہیں، رشوت خوری، دھوکہ دھڑی، کھانے کی اشیاء حتی کہ دواؤں میں ملاوٹ، چوری، ڈکیتی اور شراب نوشی جیسے مسائل پر پہلے توجہ دی جاتی۔

فرقہ پسند عناصر مختلف بہانوں سے ماحول کوخراب کرنے کی کوشش کررہے ہیں، لیکن عقلمندی یہ ہے کہ جذبات پر قابو رکھ کر قانونی لڑائی لڑی جائے، جس کے لیے ہندوستان میں موجود بڑی بڑی مسلم تنظیموں سے درخواست ہے کہ وہ اقلیتوں کے مسائل کو سنجیدگی سے لے کر اچھے وکلاء کے ساتھ میدان میں اتریں۔

مسلمانوں کو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم میں اعلان

ہے کہ ہر پریشانی کے بعد آسانی آتی ہے، یہ ملک کسی مخصوص مذہب کی ملکیت نہیں ہے بلکہ یہ ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی اور پارسی سب کا ہے، اوراس پر سب کا یکساں حق ہے، اسی سمت میں ہمیں سوچ سمجھ کر ایسے اقدامات کی ضرورت ہے جو سماجی بھائی چارہ کو مضبوط کریں اور دوسری اقوام کے ساتھ ساتھ ہماری روزمرہ کی زندگی کو بہتر بنانے کی جدوجہد میں معاون ہوں، علماء کرام ودانشوران قوم اور عام مسلمانوں سے درخواست ہے کہ ہم اپنے اخلاق وکردار کے ذریعہ مسلم ودیگر قوموں کے درمیان پیدا شدہ فاصلہ کو کم کرنے کی کوشش کریں اور سب لوگوں کو سمجھائیں کہ اسلام امن وسلامتی کا مذہب ہے۔

ان مسائل کا سیاسی حل کیا ہے؟ قانون وآئین کی روشنی میں اس پر اربابِ سیاست محنت کررہے ہیں اور قانونی لڑائی لڑ رہے ہیں، اس موقع سے تھوڑی دیر اس بات پر غور کرنا ہے کہ ایسے حالات میں اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟ قرآن حکیم میں دنیا جہاں کے پیدا کرنے والے مالک حقیقی نے بہت صاف صاف الفاظ میں ہدایت دی ہے: اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَ بَیْنَه عَدَاوَةٌ کَاَنَّه وَلِیٌّ حَمِیْمٌ (سورہ فصلت ۲۴)

بدی کا بدلہ نیکی سے دو پھر جس شخص کے ساتھ تمہاری عداوت ہے وہ تمہارا اگر مجوش حامی بن جائیگا۔

مطلب یہ ہے کہ تمہارے مذہب اور تمہارے مذہبی شعائر سے پُرخاش وعداوت رکھنے والے جو لوگ ہیں ان کی غلط فہمیاں دور کی جائیں، اسلامی تعلیمات سے ان کو روشناس کیا جائے، ان کو کھول کر بتایا جائے کہ اسلام رحمت ورافت کا پیغامبر ہے، اس کی تعلیمات میں پوری انسانیت کے لئے امن وعافیت ہے، اسلام کسی خاص گروہ اور جماعت کے لئے رہبری ورہنمائی نہیں کرتا ہے بلکہ اس کے دامن عافیت میں پوری انسانیت کو سکون ملے گا۔

آج جو یہ حالات پیدا ہوئے ہیں اور ہورہے ہیں اس میں بہت بڑا دخل اس بات کا ہے کہ اسلام کی صحیح اور سچی تعبیر وتشریح دیگر برادران وطن کے سامنے ہم مسلمان نہیں کرپارہے ہیں

اوراس کی کوشش بھی نہیں ہورہی ہے، اگراس جانب اقدام کیا جائے، اوراس وقت اسلام کی تبلیغ واشاعت کے عنوان سے اس کو فریضہ کے طور پر اپنایا جائے تو یقین ہے کہ برادران وطن کی بہت ساری غلط فہمیاں دور ہونگی اوران کی عداوت ودشمنی میں کمی ہوگی۔

ہندوستان کے موجودہ حالات میں اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ باہمی مفاہمت کا ماحول پیدا کیا جائے، غیر مسلم حضرات کو اپنے سے قریب کیا جائے، اسلامی تعلیمات کی ان کی زبان میں وضاحت کی جائے تاکہ اسلام کی فطری اور امن عالم کی ضامن تعلیمات کو یہ حضرات جانیں اوران کی وحشت، ان کی نفرت ختم ہو، اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم خود اپنے مذہب اور اس کی تعلیمات کا علم رکھیں گے، ان کو سیکھنے اور برتنے کی کوشش کریں گے۔

یقیناً دینی اعمال میں ہماری سستی، خدائی احکام سے روگردانی نے مصائب ومشکلات کو ہمارے اوپر مسلط کیا ہے، جب اجتماعی طور پر یہ زہر سرایت کرجاتا ہے تو پھر پوری قوم مصیبتوں کی جکڑ بندیوں میں گرفتار ہوجاتی ہے، ظالم کا ظلم اوراس پر نالہ وشیون بجا لیکن خود احتسابی کی بھی ضرورت ہے، پہلے داخلی فتنوں کو ختم کیا جائے، خارجی یورشیں خود بخود سرد پڑ جائیں گی۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام اوراس کی حقیقی تعلیمات میں انسانی طبائع کو اپیل کرنے والی تعلیمات اور فطری تقاضوں کی تکمیل موجود ہے، اگر صحیح انداز سے اسلام اوراس کی صحیح وسچی تصویر لوگوں کے سامنے پیش کی جائے تو اسلام کی اثر آفرینی آج بھی باقی ہے، اگرچہ ذرائع ابلاغ مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کرنے میں مصروف ہیں، مسلمانوں کے لئے ملکی قوانین میں آئے دن سختیاں پیدا ہوتی جارہی ہیں، لیکن ہمیں یقین ہے کہ دشمنان اسلام کی ان دورخی پالیسیوں کے باوجود اسلام کی سربلندی اوراہل اسلام کی سرخ روئی میں کوئی رکاوٹ نہ آسکے گی۔

وأنتم الأعلون ان كنتم مؤمنين

درسِ قرآن

قسط اول

بدعمل عالم کی سزا

مولانا محمد ساجد حسن سہارنپوری استاذ حدیث وتفسیر مظاہر علوم سہارنپور

وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ ، وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَ اتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذَلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (الاعراف ۱۷۶)

اورسنادے ان کو حال اس شخص کا جس کو ہم نے دی تھیں اپنی آیتیں، پھر وہ ان کو چھوڑ نکلا، پھر اس کے پیچھے لگا شیطان ——— تو وہ ہوا گمراہوں میں سے، اور اگر ہم چاہتے تو بلند کر دیتے اس کا رتبہ ان آیتوں کی بدولت لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور چلا اپنی خواہش پر اور اپنی من مانی کرنے لگا ——— تو اس کا حال ایسا جیسا کتّا، اگر تو اس پر بوجھ لادے تب بھی ہانپے اور نہ لادے تب بھی ہانپے، یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو، تو بیان کر دیجئے یہ احوال شاید وہ دھیان کریں۔

شانِ نزول: حضرت عبداللہ بن عباس، مجاہد، عطیہ و اکثر مفسرینؒ کی رائے کے مطابق مذکورہ بالا آیات شریفہ کا تعلق بلعم بن باعورا سے ہے جو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں ایک بڑا عالم، اسم اعظم جاننے والا، مستجاب الدعوات، صاحب کرامات وصاحب تصرف درویش تھا، بحکم خداوندی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جبارین یعنی عظیم طاقت وقوت والے لوگوں سے قتال وجہاد کے ارادے سے جب بنی کنعان میں قیام پذیر ہوئے تو قوم جبارین حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے قوی وعظیم الجثہ ہونے اور ان کے ساتھ لشکر دیکھ کر گھبرا گئے (رجل حدید ومعہ جنود کثیرۃ) ——— اور بلعم بن باعورا کی خدمت میں جا کر یہ سب کہہ

سنایا اور عرض کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمیں یہاں سے نکال کر بنی اسرائیل کو بسانا چاہتے ہیں اور آپ چونکہ مستجاب الدعوات ہیں اس لئے موسیٰ اور ان کے ہمراہیوں کے لئے بددعا کر دیجئے کہ وہ ہم تک نہ پہنچ پائیں ——— بلعم نے جواب دیا: میں ان کے لئے بددعا کیسے کرسکتا ہوں وہ اللہ کے نبی ہیں، فرشتے ان کے ساتھ ہیں اور ان کا لشکر مومنین پر مشتمل ہے، اگر میں ایسا کروں تو میری دنیا و عقبیٰ دونوں تباہ۔(اِنْ فَعَلْتُ ھٰذا ذَھَبَتْ دُنیایَ وَ اٰخِرَتِی)۔

اور جب جبارین کا اصرار بڑھا تو بلعم نے کہا: میں اس وقت تک بددعا نہیں کرتا، جب تک خواب میں خدا سے مشورہ نہ کرلوں،(و کان لا یدعوا حتی یَنْظُرَ مَا یُؤْمَرُ فِی الْمَنَامِ) خدا تعالیٰ سے مشورہ کیا تو من جانب اللہ خواب میں بددعا کرنے سے منع کر دیا گیا ——— قوم جبارین نے اس کو کثیر تحفے، تحائف پیش کئے بالآخر دولت کی حرص و طمع، ہدایا و تحائف لوگوں کے شدید و بے جا اصرار پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں اپنے تصرفات چلانے و ناپاک تدبیریں بتلانے پر راضی ہوگیا اور ایک سواری پر چڑھ بددعا کرنے ——— حسبان، پہاڑ کی جانب چل پڑا جس کے قرب میں اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام مع بنی اسرائیل قیام پذیر تھے۔تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ سواری بیٹھ گئی، مار مار کر زبردستی اٹھا کر چلایا، تھوڑی دور ہی چلا تھا کہ سواری پھر بیٹھ گئی،(فلم تَسِرْبِہٖ کثیرا حتّٰی رَبَضَتْ بہ) بہت مارا مگر گدھیا سواری ٹس سے مس نہ ہوئی اور نہ ایک قدم چل کردی ——— باری عزّ اسمہٗ نے گدھیا کو قوت گویائی عطا فرمائی اور وہ کہنے لگی۔ میرے سامنے فرشتے ہیں جو اس جانب چلنے نہیں دیتے ——— اور تجھے شرم نہیں آتی کہ اللہ کے نبی اور اس کے مومنین پر بددعا کرنے جارہا ہے۔

مگر مال کی طمع ——— دولت کی حرص نے اس کے عقل و حواس، شعور و ادراک کو مفلوج و معطل کر دیا تھا، وہ باز نہ آیا اور پاپیادہ چل کر پہاڑ پر جا کر بددعا کرنے لگا مگر شان قدرت کہ جب بھی کلمہ خیر زبان سے نکلتا تو ناخواستہ زباں پر حضرت موسی و بنی اسرائیل کا نام آتا اور بددعا کے الفاظ زبان سے نکلتے تو جبارین کا نام بے ساختہ زبان پر آتا۔

جبارین نے کہا: بلعم! یہ کیا؟ ہمارے لئے ہی بد دعا کرر ہے ہو (**جعل لایدعوا علیھم بشئی الاصرف لسانه الی قومه ولایدعو القومه بخیر االاصرف لسانه الی بنی اسرائیل**) کہنے لگا: کم بخت میری زبان ہی میرے قابو میں نہیں، یہ کہہ کرزبان ہاتھ سے پکڑ کرزور سے باہر کھینچی، اورزبان کتے کی طرح سینے پرلٹک آئی۔اس کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔

تشریح وتوضیح: اے پیغمبر! عبرت وموعظت کی لئے لوگوں کوآپ اس شخص کا حال سنائیے جس کوہم نے اپنے احکام کا علم، آسمانی برکات، آیات، تصرف وکرامات دی تھیں اگر وہ ان آیات واحکام پرعمل کرتا، اطاعت واتباع کی توفیق نصیب ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کو بلند مراتب پرفائز کرتا، مگروہ ان پرعمل پیرا ہونے کے بجائے سِفلی خواہشات، دنیاوی شہوات ولذات پرمرمٹا——— تو اس کودائمی ذلت نصیب ہوئی، ابدی طور پر مردود، راندۂ درگاہ ہوا، ساری کرامتیں چھن گئیں، دنیامیں خسیس وذلیل، آخرت میں عذابِ عظیم کا مستحق ٹھہرا، اوراپنے علم کے مقتضٰی پرنہ اس نے عمل کیااور نہ احکام وآیات سے فائدہ اٹھایا، اس عدم انتفاع کی وجہ سے اس کو احکام کا سکھانااور نہ سکھانا،تنبیہ کرنا اور نہ کرنا برابر رہا اور وہ زبان لٹکائے کتے کی مانند حقیر وذلیل رہا۔ کتاہانپے تب بھی ذلیل اور نہ ہانپے تب بھی ذلیل، بدعمل عالم کا قرآن نے یہی انجام بیان کیاہے کہ ذلت ورسوائی اس کا مقدر ہے۔

رسوائی کا سبب:

آدمی ہمیشہ عزت کی حصولیابی کے لئے کوشاں رہتا ہے اور رہنا بھی چاہئے۔مگرکبھی کبھی اس کا برعکس بھی ہوجا تا ہے،عزت کی بجائے ذلت مقدر بن جاتی ہے لیکن یہاں کی ذلت ورسوائی، حیات دنیا کے مانند چندروزہ ہے، اصل عزت وذلت توآخرت کی ہے اورعلم پرعمل نہ کرناایسا سخت گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کوروزقیامت،علی رؤوس الخلائق، برسرعام رسوا کریں گے۔**اعاذنا اللہ منه**۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: کہ جوشخص علم سیکھتا ہے اوراس پرعمل نہیں کرتا،

اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عورت خفیہ زنا کرے اور جب اس کو حمل رہ جائے اور وہ ظاہر ہو تو رسوائی ہو، اسی طرح جو شخص علم کے مطابق عمل نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن مجمع میں رسوا کرے گا۔ (احیاء العلوم ۱/ ۶۲۔ الباب السادس فی آفات العلم)

عمل نہ کرنے کی سزا:

یہ دنیا دار العمل ہے دار الجزاء نہیں ہے یہاں صرف اعمال کرنے کا موقع دیا گیا ہے، اعمال پر جزا سزا نہیں دی جاتی مگر مخلوق کو خواب غفلت سے بیدار و متنبہ کرنے کے لئے کبھی کبھار سزا کے واقعات بھی پردۂ غیب سے وقوع پذیر و ظاہر ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ پناہ مانگنی چاہئے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ و السلام کے بے عمل ساتھی کا درج ذیل واقعہ بھی علما کے لئے سرمہ بصیرت سے کم نہیں۔

روایت ہے کہ ایک شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت کیا کرتا تھا، لوگوں میں اس نے کہنا شروع کیا کہ مجھ سے موسیٰ صفی اللہ نے ایسا کہا، موسیٰ نجی اللہ نے یوں کہا، اور موسیٰ کلیم اللہ نے یوں ارشاد فرمایا۔ حضرت موسیٰ کی باتوں کو دل میں اتار کر عمل کرنے کی بجائے حضرت کی باتیں سنا سنا کر لوگوں سے خوب مال بٹورا، یہاں تک کہ بڑا مالدار ہو گیا، ایک زمانہ تک جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو نہیں دیکھا تو لوگوں سے اس کا حال پوچھنا شروع کیا مگر کہیں اس کا سراغ نہ ملا۔ یہانتک کہ ایک روز ایک شخص آپ کی خدمت میں ایک سور گلے میں رسی ڈالے ہوئے لایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس لانے والے شخص سے پوچھا: کیا آپ میرے اس ساتھی کو جانتے ہیں؟ اس نے کہا، ہاں! یہ سور وہی شخص ہے، (اندازہ یہ ہے کہ پکڑ کر لانے والا شخص، اس مسخ شدہ آدمی کے ساتھ ہی کافی دنوں سے رہ رہا ہوگا) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی! اس کو اصلی صورت پر کر دے تا کہ میں اس سے پوچھوں کہ

کس بات، کس گناہ کی وجہ سے اس کی صورت مسخ ہوئی اور انسان سے سور بنا دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پر پر وحی بھیجی کہ اگر تم میری ان تمام صفات کے واسطہ سے اس کو انسان بنانے کی دعا کرو گے، آدم سے لے کر آج تک کے انبیاء اور اولیاء نے جن جن صفات سے مجھ کو پکارا اور یاد کیا ہے تب بھی میں اس کو انسان نہیں بناؤں گا۔لیکن جس سبب سے میں نے اس کی صورت مسخ کی ہے وہ بتائے دیتا ہوں: کہ یہ شخص دین کے بدلے میں دنیا طلب کیا کرتا تھا (اور دین کی باتوں پر عمل نہیں کرتا تھا)

اِنَّ رَجُلًا کَانَ یَخْدِمُ مُوسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَجَعَلَ یَقُوْلُ حَدَّثَنِیْ مُوْسیٰ صَفِیُّ اللہِ، حَدَّثَنِیْ مُوْسیٰ نَجِیُّ اللہِ، حَدَّثَنِیْ مُوْسیٰ کَلِیْمُ اللہِ، حتیّٰ أَثْرٰی وَ کَثُرَ مَالُہٗ فَفَقَدَہٗ مُوْسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ، فَجَعَلَ یَسْأَلُ عَنْہُ وَ لَا یَحِسُّ لَہٗ خَبَرًا حتّٰی جَاءَہٗ رَجُلٌ ذَاتَ یَوْمٍ وَ فِیْ یَدِہٖ خِنْزِیْرٌ وَ فِیْ عُنُقِہٖ حَبْلٌ اَسْوَدُ فَقَالَ لَہٗ مُوْسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ: أَتَعْرِفُ فُلَانًا؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ ھُوَ ھٰذَا الْخِنْزِیْرُ، فَقَالَ مُوْسیٰ: یَارَبِّ أَسْأَلُکَ أَنْ تَرُدَّہٗ اِلیٰ حَالِہٖ حتّٰی أَسْأَلَہٗ بِمَ أَصَابَہٗ ھٰذَا؟ فَاَوْحَی اللہُ عَزَّ وَ جَلَّ اِلَیْہِ، لَوْ دَعَوْتَنِیْ بِالَّذِیْ دَعَانِیْ بِہٖ آدَمُ فَمَنْ دُوْنَہٗ مَا أَجَبْتُکَ فِیْہِ وَ لٰکِنْ أُخْبِرُکَ لِمَ صَنَعْتُ ھٰذَا بِہٖ؟ لِاَنَّہٗ کَانَ یَطْلُبُ الدُّنْیَا بِالدِّیْنِ۔

(احیاء العلوم ۱/ ۶۳ ۔الباب السادس فی آفات العلم)

سزا کا مطلب صرف یہی نہیں ہوتا کہ جسمانی عذاب میں ہی مبتلا کیا جائے بلکہ روحانی نعمتوں، ابتہال، تضرع، تہجد، مناجات کی لذت سے محروم کرنا بھی کسی سزا سے کم نہیں ہے۔

بنی اسرائیل ہی کے ایک عالم کا واقعہ ہے کہ اس سے گناہ سرزد ہوتا رہا اور اس پر ظاہری نعمتیں اللہ کی طرف سے جوں کی توں رہیں۔ایک دن اس نے تہجد کی نماز پڑھی اور دعا مانگتے ہوئے کہنے لگا کہ اے اللہ! تو تو کتنا کریم اور مہربان ہے کہ میں تیری نافرمانی کرتا رہا اور تو نے مجھ پر اپنی نعمتیں سلامت رکھیں۔فوراً اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں القا فرمایا: کہ میرے بندے! نعمت سے تو ہم نے تجھے محروم کیا تھا مگر تم محرومی کا ادراک نہ کر سکے، سن! جس دن تو نے پہلی مرتبہ اس کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا تھا، اسی دن سے رات کے آخری پہر کی مناجات

کی لذت سے تجھے محروم کر دیا تھا، تب اس کو احساس ہوا کہ واقعی جب سے گناہ کرنا شروع کیا مجھے آخری پہر کا رونا نصیب نہیں ہوا۔

واقعہ یہی ہے کہ بدعملی کی وجہ سے آدمی کبھی تہجد، کبھی تکبیر اولیٰ، تو کبھی لذتِ مناجات سے محروم ہوتا ہے مگر ہم اپنی بے حسی کی وجہ سے اسے سزا ہی نہیں سمجھتے۔

دوسروں کا فائدہ اپنا نقصان:

علم ایک روشنی ہے، اپنی ہدایت کا ذریعہ ہے، دونوں جہاں میں کمال وخوبی کا آئینہ دار ہے، اور اگر آدمی اپنے علم کو دوسروں کی رہنمائی کا ذریعہ بنائے ،علم حاصل کر کے دوسروں کو بھی بتائے تو بڑے ثواب ودرجات کا ذریعہ ہے، لیکن آدمی اگر دوسروں کو تو بتائے اور خود اس پر عمل نہ کرے تو اس کے حصہ میں تو علم حاصل کرنے کی نری مشقت ہی آئی ،علم کا فائدہ اس کو حاصل نہ ہوا، تو اس کا حال حماقت و بے وقوفی میں ضرب المثل اس گدھے کے مانند ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہے کہ اس گدھے کو مشقت وتعب کے سوا کچھ حاصل ہونے والا نہیں ہے، چاہے اس پر بخاری شریف ہی کا گٹھر کیوں نہ لدا ہوا ہو۔ یا اس جلتے ہوئے چراغ، موم بتی کے مانند ہے جس کی روشنی سے دوسروں کو تو فائدہ پہونچتا ہے مگر خود جل کر راکھ ہو جاتے ہیں۔

حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو عالم لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتا ہے اور اپنے آپ کو بھول جاتا ہے اس کی مثال اس چراغ کی سی ہے جو لوگوں کو تو روشنی دیتا ہے لیکن خود کو جلاتا ہے۔

عن جُنْدُبٍ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْعَالِمِ الَّذِي يُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَيْرَ وَيَنْسَى نَفْسَهُ كَمَثَلِ السِّرَاجِ يُضِيءُ لِلنَّاسِ وَيَحْرِقُ نَفْسَهُ (أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، الرقم ١٦٨١) (جاری)

انوارِ حدیث

گذشتہ سے پیوستہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند اہم نصیحتیں

مولانا محمد خالد سعید اعظمی استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

''اِحفَظِ اللہَ یَحفَظکَ '' یعنی اگر تم اللہ کے حدود کی حفاظت کروگے اور اس کے حقوق کی رعایت رکھوگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائیں گے، تو حفاظت کے بدلے حفاظت یہ جنس عمل کے ذریعہ بدلہ ہے اور اس کی قرآن کریم میں متعدد نظیریں ہیں مثلاً: ''وَاَوفُوا بِعَهدِیٓ اُوفِ بِعَهدِکُم '' (البقرہ ۴۰) اور تم میرا عہد پورا کرو تو میں تمہارا عہد پورا کروں گا ''فَاذکُرُونِیٓ اَذکُرکُم '' (البقرہ ۱۵۲) تم مجھے یاد کرو تو میں تمہیں یاد کروں گا، ''اِن تَنصُرُوا اللہَ یَنصُرکُم '' (محمد ۷) اور اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔

بہر حال بندہ جب اللہ کی حفاظت کرتا ہے تو اللہ کی طرف سے بھی اس کی حفاظت کا انتظام ہوتا ہے اور اس حفاظت کی دو صورتیں ہیں۔

حفاظت کی پہلی صورت:۔ اللہ تعالیٰ بندے کی دنیوی مصالح مثلا اس کے جسم، اہل وعیال اور مال ومتاع کی حفاظت فرماتے ہیں، جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے ''لَهُ مُعَقِّبٰتٌ مِن بَینِ یَدَیهِ وَمِن خَلفِهِ یَحفَظُونَهُ مِن اَمرِ اللہِ '' (الرعد ۱۱) بندے کے لیے باری باری آنے جانے والے فرشتے ہیں جو اس کے آگے پیچھے سے اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ بندے کی نیکی اور تقوی کی وجہ سے اس کے مرنے کے بعد بھی اس کی اولاد کی حفاظت فرماتا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وخضر علیہ السلام کے واقعے میں ہے، ''وَکَانَ أَبُوهُمَا صالحاً '' (الکہف ۸۲) کہ ان دونوں بچوں کے باپ نیک شخص تھے لہٰذا اللہ نے ان کے مال کی حفاظت حضرت خضر علیہ السلام کے ذریعہ دیوار درست کروا کر فرمائی،

جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن المسیبؒ اپنے بیٹے سے فرمایا کرتے تھے کہ میں تمہاری وجہ سے اپنی نماز میں اضافہ کروں گا تا کہ تمہاری خاطر میری حفاظت کی جائے۔

حضرت ابن المنکدرؒ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نیک آدمی کی وجہ سے اس کی اولاد اور اس کی اولاد کی اولاد اور اس کے آس پاس کے گھروں کی حفاظت فرماتے ہیں اور یہ لوگ برابر اللہ کی حفاظت میں رہتے ہیں۔

اور اسی طرح جو اللہ کی حفاظت کرتا ہے اور اس کی طاعت میں مشغول رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی حفاظت فرماتے ہیں ایک بزرگ نے کیا خوب حقیقت بیان فرمائی ہے کہ جو اللہ سے ڈرا یعنی تقوی اختیار کیا اس نے اپنے آپ کو محفوظ کرلیا، اور جس نے تقوی کو ضائع کیا تو اس نے اپنے آپ ہی کو ضائع کیا اللہ تو بے نیاز ہے۔

اور جو لوگ اللہ کے احکام کی حفاظت کرتے ہیں اللہ کی طرف سے ان کی حفاظت کا بسا اوقات ایسا عجیب انتظام ہوتا ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے، چنانچہ کبھی اللہ تعالیٰ ایسے موذی جانوروں اور درندوں کو جن کی سرشت میں ایذاء رسانی داخل ہے ان ہی کو اذیت سے بچانے والا بنا دیتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مولی حضرت سفینہؓ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ سمندر میں ان کی کشتی ٹوٹ گئی اور وہ ایک جزیرے میں جا پہونچے، وہاں انھوں نے ایک شیر دیکھا وہ شیر ان کے ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ ان کو راستے تک پہونچایا اور غم زدہ آواز کے ساتھ گویا ان کو الوداع کہتا ہوا واپس گیا۔

اور اس کے برعکس جو اللہ کو ضائع کرتا ہے یعنی اس کے حقوق کی حفاظت نہیں کرتا اور اس کے احکام کو پامال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو ضائع کر دیتے ہیں اور وہ مخلوق کے درمیان ایسا ذلیل ہوتا ہے کہ اپنے اہل وعیال وغیرہ جن سے اسے نفع کی امید تھی انھیں سے نقصان اور تکلیف پہونچنے لگتی ہے۔

اور اسی طرح جو اپنے بچپن اور قوت وشباب کے زمانے میں اللہ کی حفاظت کرتا ہے، اللہ اس کے بڑھاپے اور کمزوری کے زمانے میں اس کی حفاظت فرماتے ہیں، اس کی آنکھ، کان، عقل

اور دیگر قوی کو صحیح سالم رکھتے ہیں، ایک عالم جن کی عمر سو سال سے زیادہ تھی لیکن عقل اور تمام قوی صحیح سالم تھے، ایک دن انھوں نے بہت زور سے چھلانگ لگائی، جس پر لوگ ان کو عتاب کرنے لگے کہ اس بڑھاپے میں ایسی زور کی چھلانگ کیوں لگائی؟ تو فرمایا کہ یہ وہ اعضاء ہیں جن کی ہم نے بچپن میں گناہوں سے حفاظت کی ہے تو اللہ ہمارے لیے بڑھاپے میں ان کی حفاظت فرما رہا ہے۔

اور اس کے برخلاف ایک بزرگ نے ایک بوڑھے آدمی کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اس نے بچپن میں اللہ کو ضائع کیا تو اللہ نے آج بڑھاپے میں اس کو ضائع کر دیا۔

حفاظت کی دوسری صورت:۔ حفاظت کی یہ صورت پہلی صورت سے زیادہ اہم ہے کہ جو اللہ کی حفاظت کرتا ہے اللہ اس کے دین و ایمان کی حفاظت فرماتا ہے، زندگی میں حرام خواہشات اور گمراہ کن شبہات سے اس کو محفوظ رکھتا ہے اور جب موت آتی ہے تو ایمان پر وفات دیتا ہے۔

بہر حال جو اللہ کی حفاظت کرتا ہے اللہ اس کے دین کی حفاظت کرتا ہے، اور اس کے دین کو خراب کرنے والی چیزوں سے حفاظت کی مختلف صورتیں پیدا فرما دیتا ہے جن میں سے بعض کا تو بندے کو احساس بھی نہیں ہوتا اور کبھی تو ان کو ناگوار اور ناپسند بھی کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بندہ تجارت، کاروبار، امارت اور حکومت وغیرہ کسی چیز کا قصد کرتا ہے اور اس کا راستہ بھی اس کے لیے ہموار ہونے لگتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ کر فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ اس چیز کو اس بندے سے پھیر دو، اس لیے کہ اگر یہ چیز میں نے اس کے لئے میسر کی تو اس کو جہنم میں داخل کروں گا، لہٰذا اللہ تعالیٰ اس چیز کو اس بندے سے پھیر دیتے ہیں اور وہ چیز اسے میسر نہیں ہوتی تو بندہ بدشگونی لینے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں مجھ سے آگے بڑھ گیا، فلاں نے مجھے مصیبت میں ڈال دیا حالانکہ یہ اس پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے۔

اور اسی طرح ایک حدیث قدسی میں ہے: **وانَّ من عِبادِی المؤمنینَ مَنْ یُرِیدُ باباً من العبادۃِ فأکُفّه عنه لا یَدْخُلہ عُجبٌ فَیُفسِدَہ ذٰلک** (حلیۃ الاولیاء ۸/۳۱۸، الاولیاء لابن ابی الدنیا رقم الحدیث ۱)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے مومن بندوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ وہ کسی خاص

عبادت کا ارادہ کرتے ہیں تو میں ان کو اس سے روک دیتا ہوں تا کہ ان کے اندر عجب (خود پسندی اور بڑائی) پیدا ہو کر انھیں خراب نہ کر ڈالے۔

حفاظت کی دعا مانگنا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ اِس بات کی تعلیم فرمائی ہے کہ ہر مسلمان اللہ تعالی سے اِس بات کی دعا مانگنے کا بھی اہتمام کرے کہ اللہ تعالی اس کی حفاظت فرمائیں، چنانچہ آپ نے امت کو یہ تعلیم دی ہے کہ جب آدمی سونے کے لئے بستر پر جائے تو یہ دعا پڑھ لے، **بِاسْمِکَ رَبِّی وَضَعْتُ جَنْبِی وَبِکَ أَرْفَعُہ اِن أَمْسَکْتَ نَفْسِی فَارْحَمْھَا وَاِنْ أَرْسَلْتَھا فَاحْفَظْھَا بِمَا تَحْفَظُ بِہ الصَّالِحِینَ** (رواہ البخاری ۲/۹۳۵، مسلم ۲/۳۴۹)

اے میرے رب! آپ ہی کے نام سے میں اپنے پہلو کو رکھتا ہوں (سوتا ہوں)، اور آپ ہی کے نام سے اس کو اٹھاتا ہوں (بیدار ہوتا ہوں)، اگر آپ میری جان روک لیں تو اس پر رحم فرمائیں اور اگر اس کو بھیج دیں تو اُس کی ویسے ہی حفاظت فرمائیے جیسا کہ نیک بندوں کی حفاظت فرماتے ہیں۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو صبح و شام پڑھنے کے لئے ایک دعا یہ بھی سکھائی ہے: **اللھم اِنِّی أسألک العافِیَۃَ فی الدنیا و الآخِرَۃِ، اللھم اِنِّی أسألک العفوَ و العافِیَۃَ فی دِینی و دنیایَ و أھلِی و مالِی، اللھم استُر عَورَاتِی و آمِنْ رَوعَاتِی، اللھم احْفَظْنِی من بَینِ یَدیَّ و من خَلْفِی و عَن یَمِینی و عن شِمَالِی و من فَوقِی، و أعوذُ بِعَظَمَتِکَ أن أُغْتَالَ مِن تَحْتِی** (رواہ ابوداود ۲/۶۹۲)

اے اللہ! میں آپ سے دنیا و آخرت میں عافیت مانگتا ہوں، اے اللہ! میں آپ سے اپنے دین، اپنی دنیا، اپنے اہل و عیال اور اپنے مال میں عافیت اور درگذر کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ! میرے عیوب کی پردہ پوشی فرما، اور میرے خوف کی چیزوں سے امن عطا فرما، اے اللہ! میری حفاظت فرما میرے آگے سے، میرے پیچھے سے، میرے دائیں سے اور میرے بائیں سے، اور میں آپ کی عظمت کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ مجھے نیچے سے ہلاک کر دیا جائے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ صبح و شام اس دعا کو پڑھا کرتے تھے اور کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔ (ابوداود)

علمِ دین سے دوری کے نقصانات

مولانا اشہد رشیدی

دین کا اتنا علم سیکھنا کہ جس کے ذریعہ انسان شریعت کے مطابق اپنی زندگی گزار سکے، ہر کلمہ گو پر فرض ہے، خواہ اس کا تعلق عقائد سے ہو یا عبادات سے ہو، معاملات سے ہو یا معاشرت اور نجاست وطہارت سے ہو، جب تک انسان کو احکام خداوندی کا علم نہیں ہوگا اس وقت تک یقیناً ان پر عمل پیرا ہونا بھی ناممکن اور مشکل ہوگا اور جب دین سے ناواقفیت کی وبا عام ہوگی تو امت طرح طرح کی پریشانیوں اور دشواریوں کا شکار ہوجائے گی، نبی کریم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ''اللہ رب العزت علمائے کرام کو اپنے اپنے وقت پر دنیا سے اٹھاتا رہے گا'' اہل علم ایک ایک کر کے رخصت ہوتے رہیں گے اور عام لوگوں کو دین سے اور علم دین سے کوئی رغبت نہیں ہوگی تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ اہل علم دنیا سے ختم ہوجائیں گے، پھر عام لوگ جاہلوں کو ہی اپنا سردار اور راہ نما بنالیں گے، ان ہی سے مشورے کیا کریں گے اور ان ہی سے مسائل پوچھنا شروع کردیں گے۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ جاہل سردار دین سے ناواقف اور جاہل ہونے کے باوجود الٹے سیدھے فتوی دینے لگیں گے، جس کی وجہ سے وہ خود بھی گم راہ ہوں گے اور عوام کو کو بھی گم راہ کریں گے۔

غور کیجیے...! آج کل کے حالات اسی طرح کے ہوتے جارہے ہیں کہ گاؤں دیہاتوں میں رہنے والے مسلمان بالکل اَن پڑھ اور جاہل ہیں، نہ ان کے پاس دنیاوی علم ہے اور نہ دینی علم، اسی طرح شہروں اور قصبات میں رہنے والے مسلمان بھی دینی معلومات سے ناواقف ہوتے جارہے ہیں۔ اور افسوس کی بات یہ ہے کہ دینی تعلیم کی اہمیت اور ضرورت ہی کو نظر انداز کیا جارہا ہے اور سارا زور صرف اور صرف عصری علوم کو حاصل کرنے پر لگایا جارہا ہے، جس کے مندرجہ ذیل نقصانات سے آج امت دوچار ہے۔

فرقِ باطلہ کے بڑھتے قدم

عام مسلمانوں کے اسلامی عقائد سے ناواقف ہونے کا نقصان یہ ہورہا ہے کہ مسلم آبادیوں میں باطل فرقوں کی سرگرمیاں بڑھتی جارہی ہیں اور عام مسلمان ان کے دام فریب میں پھنس کر دین وایمان سے ہاتھ دھورہے ہیں، کہیں قادیانیوں نے طوفان مچارکھاہے اوراپنے باطل عقیدہ کا پرچار کرتے ہوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو لچرتاویلات اور غلط سلط دلائل کے ذریعہ مزرا غلام احمد قادیانی لعین کی گم راہ امت میں شامل کرکے مرتد بنانے میں مصروف ہیں، اس باطل فرقے کی تمام تر کوشش مسلمانوں کوان کے دین وایمان سے محروم کرنے کی ہوتی ہے، آپ نے کسی غیر مسلم کو قادیانی بنتے ہوئے نہ دیکھا ہوگا اور نہ سنا ہوگا، اسی طرح غیر مقلدین بھی امت کے عقائد کونشانہ بناتے ہوئے صحابہ کرام کے مقدس گروہ سے ان کو بدظن اور بدگمان کرنے میں لگے رہتے ہیں، نہ وہ تابعین کوقابل اعتبار تسلیم کرتے ہیں اور نہ تبع تابعین اورائمہ کرام وفقہائے عظام کو لائق تقلید مانتے ہیں، حالاں کہ امت کا صحابہ کرام کے سلسلہ میں متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ قابل اعتبار، لائق تعظیم اورمعیار حق ہیں، جیسا کہ حضرت ملاعلی قاریؒ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

وَالصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عُدُولٌ مُطْلَقًا لِظَوَاھِرِ الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ وَإِجْمَاعِ مَنْ یُعْتَدُّ بِہِ

صحابہ کرام کی پوری جماعت کتاب وسنت کے واضح دلائل اور قابل اعتماد لوگوں (علمائے اہل حق) کے اجماع کی وجہ سے عادل، لائق تقلید اور معیار حق ہیں۔

مگر چوں کہ عام مسلمان عقائد کے حوالے سے ضروری معلومات سے ناواقف ہیں، اس لیے یہ باطل فرقہ ان کو گم راہ کرنے اور اسلامی تعلیمات کے تئیں ان کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے میں کسی نہ کسی درجہ میں کام یاب ہوجاتا ہے۔

یہی حال عیسائیت اور شیعیت کا ہے، یہ بھی مسلمانوں کی نوجوان نسل کواپنے جال میں پھنسانے کی جدو جہد کرتے ہیں، کوئی تعلیمی مشن کو عام کرکے دین سے ناواقف لوگوں کو گم راہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کوئی مال ودولت کا لالچ دے کر دین وایمان کا سودا

کرنے کے بہانے تلاش کرتا ہے۔

الغرض! اسلامی ضروری عقائد سے امت کی ناواقفیت باطل فرقوں کو اپنے ناپاک عزائم پھیلانے کا موقع دے رہی ہے، جس سے ارتداد کا خوف پیدا ہوتا جارہا ہے۔

آمدنی کا مشکوک ہونا

معاملات سے متعلق اسلامی تعلیمات سے ناواقف ہونے کا وبال یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ امت کا ایک بڑا طبقہ دنیا کمانے میں اس طرح مصروف ہے کہ اس کو حرام وحلال کی کوئی تمیز نہیں ہے، وہ تو صرف دولت جمع کرنے میں صبح وشام، رات ودن لگا ہوا ہے، نہ وہ حرام اور مشتبہ کاموں سے بچتا ہے اور نہ ناجائز چیزوں کے لین دین سے دور رہتا ہے، اس کو تو جس میں نفع ہوتا دکھائی دیتا ہے اسی کام کو کرنے میں اپنی قوت صرف کرنے لگتا ہے۔ یاد رکھیے! جب آمدنی حرام ہوگی تو انسان کا کھانا پینا اور پہننا اوڑھنا بھی حرام ہوگا اور جس کا کھانا پینا حرام ہو اس کی کوئی عبادت قبولیت کے درجہ کو نہیں پہنچتی ہے اور نہ کوئی دعا قبول ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ، فَقَالَ:﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا﴾ وَقَالَ تَعَالَىٰ:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ، يَا رَبِّ، يَا رَبِّ، وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ؟" (رواہ مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم علیہ السلام کا یہ فرمان مروی ہے کہ بے شک اللہ پاک ہے اور وہ پاک مال ہی کو قبول کرتا ہے، اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو اُسی بات کا حکم دیا ہے کہ جس کا حکم انبیائے کرام کو دیا ہے، چناں چہ اس کا ارشاد ہے :اے رسولو! پاکیزہ چیزیں استعمال کرو اور نیکیوں کو

انجام دو۔(دوسری آیت میں اہل ایمان کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے) اے ایمان والو! ہمارے دیے ہوئے پاکیزہ رزق کو استعمال کرو۔ پھر آپ نے ایسے شخص کا تذکرہ کیا جو لمبا سفر کر کے آیا ہو، اس کی حالت پراگندہ اور بال بکھرے ہوئے ہوں، وہ (بڑی الحاح وزاری سے) اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر یارب یارب کی صدا لگا رہا ہو، مگر اس کا کھانا پینا حرام، اس کا لباس حرام اور غذا حرام تو پھر اس کی دعا قبولیت کے درجہ کو کیسے پہنچ پائے گی؟!! یعنی اس کے لیے قبولیت کے دروازے بند کر دیے جائیں گے۔

حقوق العباد میں کوتاہی

اسی طرح جب انسان اسلامی معاشرتی اصول سے ناواقف ہوگا اور اس کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ اسلام نے رہن سہن کے کیا طریقے بتائے ہیں تو وہ نہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں کام یاب ہوگا اور نہ بھائی، بہن اور دیگر اعزہ واقارب کے حقوق ادا کرنے کی فکر کرے گا، یہی وجہ ہے کہ آج کا مسلم معاشرہ فتنہ وفساد کی آماج گاہ بنا ہوا ہے، ہر ایک دوسرے کو تکلیف پہنچا کر خوش ہوتا ہے اور اس بات کی خواہش رکھتا ہے سب میرے ساتھ اچھا برتاؤ کریں، مگر میرے اوپر کسی کا کوئی حق نہیں ہے، یہی وجہ ہے شوہر و بیوی ایک دوسرے کے حقوق سے بالکل نابلد ہیں، جہاں جس کا زور چلتا ہے وہاں وہ دوسرے کو دباتا ہے، اکثر احوال میں مرد زیادتی کرتے ہوئے عورت کو ظلم وناانصافی کا شکار بناتا ہے اور اسلامی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر محض اپنی انا اور غرور کو تسکین پہنچانے کے لیے غیر اسلامی حرکتیں کرتا ہے، جس کا خمیازہ پوری قوم کو بھگتنا پڑتا ہے، جیسا کہ آج کل ہندوستان میں طلاق ثلاثہ کا مسئلہ زبان زد عام وخاص ہے اور کورٹ کا فیصلہ اس کے (شریعت کے) خلاف آچکا ہے، حقیقت یہ ہے کہ جہاں اس فیصلہ سے دین میں مداخلت کا چور دروازہ کھولنے کی نامناسب کوشش کی گئی ہے، وہیں اس کے اصل مجرم اور ذمہ دار مسلمان ہیں، جنہوں نے نکاح، طلاق اور خلع وغیرہ سے متعلق شرعی احکام سے صحیح طور پر واقفیت حاصل نہیں کی اور پھر غیر اسلامی طریقہ سے طلاق کا استعمال کرتے ہوئے غیروں کو انگلی اٹھانے کا موقع دیا،

یہی لوگ اسلامی شریعت سے کھلواڑ کرنے، قرآن کریم کو ہدف ملامت بنانے اور مسلم پرسنل لاء میں دخل اندازی کی راہ ہموار کرنے کا ذریعہ اور واسطہ بنے ہیں۔ خدا کے یہاں ان کو جواب دینا ہو گا، ان کی وجہ سے پوری قوم کو شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا اور فرقہ پرستوں کو خوشیاں منانے اور مسلمانوں کی دل آزاری کرنے کا موقع ملا۔ اسی طرح مطلقہ اور اس کے اہل خانہ کا محض لڑکے اور اس کے اہل خانہ سے انتقام لینے کی غرض سے غیروں کی عدالتوں میں پہنچ کر ان کو ٹارچر کرنا اور شرعی فیصلے پر عدم اطمینان کا اظہار کرنا ایمان کی کمزوری اور قرآن کریم سے دوری کی علامت ہے، جس پر سخت ترین وعیدیں نازل ہوئی ہیں، چناں چہ ایک آیت میں اللہ رب العزت کفر کی طاغوتی عدالتوں میں جانے والوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ وہ شیطانی جال میں پھنس گئے ہیں، جن کے ہاتھ ناکامی اور گم راہی کے سوا کچھ نہیں لگے گا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُواْ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْکَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِکَ يُرِيْدُونَ أَن يَتَحَاكَمُواْ إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُواْ أَن يَكْفُرُواْ بِهِ وَيُرِيْدُ الشَّيْطَانُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلاَلاً بَعِيْداً﴾ (سورۃ النساء)

کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں ان لوگوں کو جن کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ (مسلمان ہیں) ایمان لائے ہیں ان باتوں پر جو آپ پر نازل کی گئیں اور آپ سے پہلے (دیگر انبیاء پر) نازل کی گئیں (مگر اس کے باوجود) وہ فیصلہ کے لیے اپنا قضیہ (معاملہ) شیطانوں (غیر اسلامی عدالتوں) کے پاس لے جاتے ہیں، حالاں کہ ان کو (مسلمانوں کو) یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ان کو نہ مانیں، شیطان چاہتا ہے کہ ان کو بہکا کر راستہ سے بھٹکا دے۔

پاکیزگی اور طہارت سے دوری

ہر طرح کی عبادتوں کو انجام دیتے وقت پاکیزگی کا ہونا ضروری ہے، بالخصوص سب سے اہم عبادت نماز کے لیے تو طہارت شرط ہے، اگر انسان کے جسم، کپڑے اور قیام گاہ میں

سے کوئی ایک چیز بھی نجس وناپاک ہوگی تو نماز باطل ہو جائے گی اور اللہ کے یہاں نجس وناپاک انسان کا شمار نافرمان وگنہگار بندوں میں ہوگا، خواہ وہ کتنی ہی نمازیں کیوں نہ پڑھ لے، یہ ایک حقیقت ہے کہ ظاہری طہارت کا اثر انسان کے باطن پر پڑتا ہے، جس کے نتیجہ میں اس کی روح کو بھی پاکیزگی عطا کردی جاتی ہے، اس کے برخلاف ظاہری ناپاکی انسان کے باطن کو بھی متاثر کرتی ہے اور اس کی سوچ وفکر میں بگاڑ پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔

آج مسلم گھروں میں خواتین عام طور پر پاکی اور طہارت کے مسائل سے ناواقف ہونے کی وجہ سے کھانا پکانے، کپڑے اور برتن وغیرہ دھونے میں بالکل بھی پاکی اور طہارت کا خیال نہیں رکھتی ہیں اور مرد حضرات بھی ان کو ٹوکتے نہیں ہیں، کیوں کہ وہ خود بھی طہارت کے اسلامی طریقوں سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔ یاد رکھیے! صفائی اور چیز ہے اور پاکی اور چیز ہے، شریعتِ مطہرہ نے صفائی کے ساتھ ساتھ پاکی کا بھی بھرپور حکم دیا ہے اور اس کے طریقے سکھائے ہیں، جن سے واقف ہوئے بغیر کوئی بھی شخص صحیح طور پاک وصاف نہیں ہو پائے گا اور جب شریعت کے مطابق پاکی حاصل کرنے میں ناکام ہوگا، تو اس کی نماز ودیگر عبادات کی قبولیت خطرہ میں پڑ جائے گی۔

الغرض! یہ وہ چند نقصانات ہیں جو علم دین سے ناواقفیت کی بنا پر آج کل مسلم سماج کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہیں، جن سے بچنے کے لیے ہمیں خود بھی دین کے ضروری مسائل سے واقفیت حاصل کرنی چاہیے، اپنی اولادوں اور آنے والی نسلوں کو بھی دین سکھانا چاہیے۔

اللہ رب العزت پوری اُمت کو دین سیکھنے کا شوق نصیب فرمائے اور اس کی قدر وقیمت کو پہچاننے کی توفیق سے مالامال فرمائے۔ (آمین) وصلی اللہ علی النبی الکریم

مسلمان اور ذرائع ابلاغ

مولانا محمد اسرار الحق قاسمی

ذرائع ابلاغ کی یوں تو ہر دور میں بڑی اہمیت رہی ہے، لیکن عہدِ حاضر میں اس کی اہمیت نسبتاً زیادہ دکھائی دیتی ہے، کیونکہ موجودہ زمانے میں ذرائع ابلاغ کا دائرہ وسیع ہو گیا ہے، اخبارات، رسائل وجرائد، ریڈیو، ٹی وی، انٹرنیٹ، موبائل وغیرہ کا اس دور میں بہت زیادہ رواج ہے، کچھ صدیوں پہلے ان آلات ووسائل کا وجود نہ تھا، اس لیے لوگ اپنی بات کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے دوسرے ذرائع کا استعمال کرتے تھے، لیکن جن ذرائع کا بھی چند صدیوں قبل استعمال کیا جاتا تھا، ان کی رفتار آج کے مقابلے میں بہت سست تھی، مثال کے طور پر اپنی بات کہیں دور پہنچانے کے لیے خطوط لکھے جاتے تھے، مگر وہ کئی مہینوں میں پہنچتے تھے، کتابوں کی اشاعت کی بھی موجودہ شکل نہ تھی، مخطوطات سے کام چلایا جاتا تھا، لیکن اب جیسے جیسے ٹیکنالوجی کے شعبے میں ترقی ہو رہی ہے، ذرائع ابلاغ کی تعداد بھی بڑھ رہی ہے اور رفتار بھی، چھاپے اگرچہ کئی صدی قبل وجود میں آچکے تھے، لیکن جو تکنیک فی زمانہ کتابوں کی اشاعت کے لیے استعمال کی جاتی ہے، اس وقت اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا تھا، اس لیے بڑی تیزی کے ساتھ کتابوں کی اشاعت بھی سامنے آرہی ہے، ماہانہ رسائل اور ہفت روزہ اخبارات کے علاوہ یومیہ اخبارات بڑی تعداد میں شائع ہوتے ہیں، اور صبح سویرے لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچ جاتے ہیں جب کہ ان میں رات کے نو بجے تک کی خبریں شائع کی جاتی ہیں، کبھی دس بجے تک کی بھی خبریں شامل کرلی جاتی ہیں، رات بھر میں اخبار چھپ بھی جاتا ہے، ٹرینوں، گاڑیوں وغیرہ کے ذریعہ شہروں، قصبوں اور گاؤں میں صبح ہوتے ہوتے لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچ بھی جاتا ہے، اتنی آسانی اور برق رفتاری کی ہی وجہ ہے کہ بڑی تعداد میں اخبارات مختلف زبانوں میں شائع ہو رہے ہیں، اپنی بات کو دوسروں

تک پہنچانے کا اس سے بھی تیز ذریعہ ریڈیو ہے، جس پر براہِ راست خبریں، تقریریں نشر کی جاتی ہیں اور قرب وجوار اور دور دراز کے لوگ اپنے اپنے مقام سے انھیں سن لیتے ہیں، ریڈیو سے بھی زیادہ ٹی وی نے فی زمانہ شہرت ومقبولیت حاصل کی ہے، آج گھر گھر ٹی وی ہے اور ٹی وی پر سینکڑوں بلکہ ہزاروں چینلز آتے ہیں، یہ چینل صرف اپنے علاقے یا ملک کے ہی نہیں ہوتے بلکہ دوسرے ملکوں اور علاقوں کے بھی ہوتے ہیں، ٹی وی کے ذریعہ پوری دنیا کی خبریں سنی جاسکتی ہیں، مختلف قوموں کے حالات جانے جاسکتے ہیں۔

ریڈیو اور ٹی وی سے آگے انٹرنیٹ ہے، جس کے ذریعہ اپنے موضوع یا دلچسپی سے متعلق گھر بیٹھے ہی ڈھیر سارا مواد حاصل کیا جاسکتا ہے، اس کے ذریعہ بات بھی کی جاسکتی ہے، اپنے پیغامات کو دوسروں تک بھی پہنچایا جاسکتا ہے، موبائل نے آکر رابطہ کی رفتار کو بہت زیادہ آسان اور تیز کردیا ہے، آج دنیا میں بیٹھے ہوئے کسی بھی شخص سے کہیں بھی رابطہ کرنے میں وقت نہیں لگتا، نہ ہی کمپیوٹر کے پاس جاکر انٹرنیٹ کے استعمال کی ضرورت ہے بلکہ موبائل میں موجود انٹرنیٹ کے توسط سے بآسانی لوگوں سے رابطہ کیا جاسکتا ہے، آناً فاناً لوگوں تک اپنی بات کو پہنچایا جاسکتا ہے، سوشل ویب سائٹوں نے لوگوں کے رابطے کے دائرے کو بہت زیادہ وسیع کردیا ہے، موبائل میں واٹس ایپ نے ایک تہلکہ مچادیا ہے، آج کے دور میں دو چار فیصد ہی لوگ ایسے نظر آتے ہیں جو واٹس ایپ کا استعمال نہ کررہے ہوں، باقی سب واٹس ایپ استعمال کررہے ہیں، اس ایپ کے ذریعہ اپنی بات کو دوسروں تک آناً فاناً پہنچانے کا سلسلہ جاری ہے، اتنا ہی نہیں بلکہ اس کے ذریعہ فوٹوز اور ویڈیوز کا تبادلہ بھی کیا جارہا ہے، لوگوں نے واٹس ایپ پر اپنے گروپ بنائے ہوئے ہیں جن کے ذریعہ وہ اپنی بات کو دوسروں تک بہت جلد پہنچادیتے ہیں، ویڈیوز کے ذریعہ اپنی بات کو پھیلانے کے لیے یوٹیوب کا استعمال بڑے پیمانہ پر کیا جاتا ہے، جسے انٹرنیٹ کنیکٹڈ کمپیوٹر پر بھی دیکھا جاتا ہے اور موبائل پر بھی، موبائل میں انٹرنیٹ کی سہولت کے بعد گویا انٹرنیٹ کی دنیا میں انقلاب آگیا ہے اور صارفین کی تعداد میں حیرت انگیز اضافہ ہوا ہے، چنانچہ اب لوگ جو ویڈیوز یوٹیوب پر اَپ لوڈ کرتے ہیں، دیکھتے

ہی دیکھتے اس کو ہزاروں لاکھوں لوگ دیکھ لیتے ہیں، اگر ویڈیو عوام کی دلچسپی کی ہے تو پھر اسے دیکھنے والوں کی تعداد ملین اور نلین میں پہنچ جاتی ہے، مثال کے طور پر مشاعرے کی ویڈیوز کو اٹھا کر دیکھئے، ادھر مشاعرہ ختم ہوا اور ادھر اسے یوٹیوب پر اَپ لوڈ کیا، پھر دیکھنے والوں کا جو ہجوم لگا تو معلوم یہ ہوا کہ چند دنوں میں یوٹیوب کے ذریعہ مشاعرہ دور دراز کے لاکھوں لوگوں نے سن لیا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ موجودہ عہد ذرائع ابلاغ کا ہے، چنانچہ ذرائع ابلاغ پر جس کی جتنی گرفت ہے، وہ اپنی بات، نظریہ، پیغام وغیرہ کو زیادہ دور اور زیادہ لوگوں تک پہنچانے میں کامیاب ہو رہا ہے۔

یہاں سوال یہ ہے کہ موجودہ عہد میں مسلمان ذرائع ابلاغ پر کتنی گرفت رکھتے ہیں اور کس قدر وہ اس کا استعمال دین کی اشاعت میں کر رہے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان اس میدان میں دوسروں کے مقابلے میں بہت زیادہ پیچھے ہیں، ذرائع ابلاغ کے تناظر میں مسلمانوں کی صورت حال کو جاننے کے لیے تین پہلو متعین کیے جاسکتے ہیں، ایک یہ کہ فی زمانہ جو ذرائع ابلاغ ہیں، مثلاً اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ، موبائل وغیرہ، وہ مسلمانوں کی کس قدر گرفت میں ہیں یعنی مسلمان کس حد تک ان کے مالکان ہیں یا ان کی جڑوں تک رسائی رکھتے ہیں؟ دوسرے یہ کہ مسلمان ذرائع ابلاغ کا استعمال کن کاموں کے لیے کر رہے ہیں، اور تیسرے یہ کہ آیا وہ دین اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لیے ذرائع ابلاغ کو استعمال کر رہے ہیں یا نہیں؟

جہاں تک تعلق اس بات کا ہے کہ ذرائع ابلاغ کی جڑوں تک مسلمانوں کی کس قدر رسائی ہے؟ تو اس سلسلے میں مسلمان نہایت پیچھے ہیں۔ مسلمانوں کے پاس بڑے اخبارات نہیں ہیں، اخبارات کو مواد فراہم کرنے والی ایجنسیاں بھی نہیں ہیں، یہاں وہ اخبار جو مسلمان شائع کر رہے ہیں، ان کو نکالنے کے لیے انھیں دوسروں کی ایجنسیوں کا سہارا لینا پڑتا ہے، تمام بین الاقوامی ایجنسیاں یہودیوں اور عیسائیوں کے قبضے میں ہیں۔ جو اخبارات بڑی تعداد میں شائع ہوتے ہیں،

ان کے مالکان دوسری قومیں کے افراد ہیں۔مثال کے طور پر ہندوستان سے نکلنے والے اخبارات میں زیادہ پڑھے جانے والے اخبارات ہندی اورانگریزی کے ہیں،جن کے مالکان مسلمان نہیں ہیں۔پورے ہندوستان میں مسلمانوں کے پاس انگریزی کا کوئی بھی ایسا اخبار نظر نہیں آتا جوٹائمز آف انڈیا، ہندوستان ٹائمز، ایشین ایج، دی ہندو کے مقابلے میں پیش کیا جاسکے۔ایسے ہی ہندی اخباروں میں مسلمانوں کے پاس کوئی ایسا اخبار نہیں ہے جونو بھارت ، ہندوستان، امراجالا اور دینک جاگرن کی برابری کرتا ہو،مسلمانوں کے پاس اردو کے اخبارات ہیں،اوران کا سرکولیشن بھی بہت محدود ہےاس پر مزید ستم یہ کہ اردو کے یہ اخبارات ان ایجنسیوں کی خبروں پر منحصر ہیں جو مسلمانوں کی نہیں ہیں۔

جیسا کہ ذرائع ابلاغ کے استعمال میں اخبارات ورسائل کا پڑھنا آتا ہے، کتابوں کا پڑھنا،شائع کرناوغیرہ آتا ہے،تجزیے بتاتے ہیں کہ مسلمان اخبارات دوسروں کے مقابلے میں کم ہی پڑھتے ہیں،ایسے ہی کتابیں پڑھنے کا معاملہ ہے،کتابوں کے قارئین بھی مسلمانوں میں اتنے نہیں ہیں جتنا کہ وقت کا تقاضہ ہے، رہی بات انٹرنیٹ اورموبائل کی تومسلمان ان دونوں کے استعمال میں کسی سے پیچھے دکھائی نہیں دے رہے ہیں،خوب موبائل کا استعمال کررہے ہیں ،خوب انٹرنیٹ کااستعمال کررہے ہیں لیکن یہاں بھی یہ سوال قائم ہوتا ہے کہ آیا وہ استعمال مفید کاموں کے لیے کیا جارہا ہے یا غیرمفید کاموں کے لیے کیا جارہا ہے،تواس بارے میں یہ بات تقریباً جگ ظاہر ہے کہ اس وقت انٹرنیٹ اورموبائل کا زیادہ استعمال لایعنی باتوں اور چیزوں میں استعمال کیا جارہاہے،اورمسلمان اس میں پیش پیش ہیں۔

سب سے اہم سوال یہ ہے کہ مسلمان ذرائع ابلاغ کااستعمال اسلام کی اشاعت وتبلیغ کے لیے کتنا کررہے ہیں؟ یہ سوال اس لیے اہم ہے کہ آج جب کہ ایسے ذرائع موجود ہیں جن کے ذریعہ اپنی بات کوآناً فاناً دورتک پہنچایا جاسکتا ہےتو پھران کا استعمال کرکے اسلام کی باتوں کوکیوں نہ پھیلایا جائے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق کی بات کولوگوں تک

پہنچایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام انبیا نے تبلیغ کا کام کیا۔آپ کے صحابہ نے تبلیغ دین کی ذمہ داری کو بخوبی نبھایا۔

اسلام میں تبلیغِ دین کو بہت ہی اہم قرار دیا گیا ہے اور اس کا بڑا ثواب بتایا گیا ہے۔مسلمانوں کو اس دنیا میں مثبت کردار ادا کرنا ہے،لوگوں کو بتانا ہے کہ صحیح راستہ کیا ہے، کس طرح وہ حقیقی کامیابی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔قرآن میں مسلمانوں کے بارے میں کہا گیا: کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر۔اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ لوگوں کی رہبری کا کام انجام دیں،لوگوں کو صحیح راستہ دکھائیں۔آج پوری دنیا کے جو حالات ہیں،جس طرح دنیا بدامنی کی شکار ہے اور جرائم کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے،اس کا تقاضہ یہ ہے کہ امت مسلمہ اپنا مثبت کردار ادا کرتے ہوئے دنیائے انسانیت کو تباہی و بربادی سے بچانے کی کوشش کرے۔

اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عہدِ حاضر میں برائیاں بہت زیادہ ہیں، بے شمار فتنے ہیں لیکن لوگوں تک اچھی بات کو پہنچانے کے لیے ذرائع بھی بہت زیادہ ہیں۔بشرطیکہ ان کا استعمال اسی طرح کیا جائے۔کیا ہی بہتر ہوتا کہ مسلمان ذرائع ابلاغ کا استعمال کرکے دین کی صحیح بات کو عوام الناس تک پہنچاتے،ان مسلمانوں تک بھی جو دین سے دور ہو کر اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارتے پھر رہے ہیں،اور ان غیر مسلموں تک بھی جو ناواقفیت کی وجہ سے گناہوں اور جرائم کی دلدل میں دھنسے ہوئے ہیں۔آج جب کہ ذرائع ابلاغ کا دور دورہ ہے، دنیا میں بے شمار انسان ایسے ہیں جو اسلام سے صحیح طور پر واقف ہی نہیں۔بہت سے لوگ اسلام کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے اور بہت سے لوگ جانتے ہیں تو وہ باتیں جو معاندین اسلام نے اسلام کے خلاف بتائی ہیں۔سوال یہ ہے کہ اسلام کے بارے میں غیر مسلمین کو کون بتائے گا؟ کون اسلام کی صحیح باتوں کو دنیا کے کونے کونے تک لے کر جائے گا؟ ظاہر سی بات ہے کہ یہ ذمہ داری مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے۔یہ مسلمانوں کے لیے بہترین موقع ہے کہ وہ جدید ذرائع ابلاغ کا استعمال کرتے ہوئے دنیا کے گوشے گوشے تک اسلام کی

بات کو پہنچادیں اوراس بات کی کوشش کریں کہ اسلام کی صحیح بات دنیا کے ایک ایک فرد تک پہنچ جائے۔ یہ الگ بات ہے کہ کون اس کو قبول کرتا ہے اور کون قبول نہیں کرتا ہے۔ ہدایت دینا اللہ کا کام ہے، بندوں کا کام صرف پہنچانا ہے۔مسلمانوں کوصرف دین کی بات پہنچانے کا مکلف بنایا گیا ہے، کسی کو ہدایت دینے کا نہیں۔ ہاں یہ ضرورامید کی جاسکتی ہے کہ اگراسلام کی صحیح باتیں لوگوں تک پہنچائی جائیں گی تو اس کا ضرور فائدہ ہوگا۔ بہرکیف موجودہ دنیا کے موجودہ منظرنامہ میں مسلمانوں کو ذرائع ابلاغ کا مثبت استعمال کرنا چاہیے اورذرائع ابلاغ میں اپنا اثرورسوخ قائم کرنا چاہیے۔اس کے لیے جومثبت طریقے ہوسکتے ہیں وہ اختیار کیے جائیں۔ ذرائع ابلاغ کے استعمال میں غیراسلامی طریقوں کواختیار نہ کیا جائے اور نہ ہی ایسی باتوں کی تشہیر کی جائے جوغیراسلامی ہوں اور نہ ایسی چیزوں کو دکھایا جائے جن کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔

جنت والا عمل

امام احمد بن حنبلؒ کو ننانوے مرتبہ خواب میں اللہ رب العزت کی زیارت ہوئی، پھر سوچا کہ اگراب کی مرتبہ زیارت ہوئی تومعلوم کروں گا کہ جن اعمال سے آپ کی قربت حاصل ہوتی ہے،ان میں سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ چنانچہ سوویں مرتبہ زیارت ہوئی،تو پوچھا کہ جن اعمال سے آپ کی قربت حاصل ہوتی ہے، ان میں سب سے افضل عمل کون سا ہے ؟ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: تلاوتِ قرآن،سوال کیا: سمجھ کر، یا بلا سمجھے؟ فرمایا : سمجھ کرہو یا بلا سمجھے ہو۔(شرح أحیاء ۱۶/۵)

گذشتہ سے پیوستہ

ہر شخص کے لیے

قرآن کریم سمجھ کر پڑھنا فرض نہیں ہے

مولانا محمد معاویہ سعدی استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

جدید تعلیم یافتہ، مادّہ پرست اور نیچریت وہیومنزم سے مرعوب اَذہان ہر اُس چیز کا اِنکار کردیتے ہیں جو حواسِ خمسہ (دیکھنے، سننے، چکھنے، سونگھنے، اور چھونے) کے اِدراک میں نہ آتی ہو، یا براہِ راست اُن کی عقل و وِجدان کو اپیل نہ کرتی ہو، اور چوں کہ بے سمجھے قرآن پڑھنے سے نہ اُن کی عقل و وِجدان میں کوئی بات آتی ہے، اور نہ اُس کا کوئی ظاہری اور محسوس نتیجہ مرتب ہوتا دِکھتا ہے، اِس لیے یہ لوگ بے سمجھے قرآن پڑھنے کو بے فائدہ بتلاتے ہیں۔

حالاں کہ ''علمِ غیب'' نام ہی اُن حقائق کا ہے جو اِنسانی ذرائعِ تحقیق سے ماوراء اور بالاتر ہوں، اور جن تک رسائی بغیر کسی روحانی اور نورانی ذرائع (جیسے وحی و اِلہام وغیرہ) کے ہو ہی نہ سکتی ہو، اور اس کو تسلیم کرنے کے لیے صرف اور صرف مخبرِ صادق کی تصدیق ہی کی صورت ہو، اس کے علاوہ مادّی لحاظ سے اُس کو کسی پیمانے پر پرکھنے کا کوئی نظام نہ ہو۔

اِسی لیے قرآن کریم جس کی ابتدا ہی ''لا ریب فیه'' (بے شک وشبہ) کے اعلان سے ہوتی ہے، اس کی پوری بنیاد اسی ''غیب'' پر اِیمان لانے پر رکھی گئی ہے، اور شروع ہی میں یہ بات واضح کردی گئی ہے کہ ''یہ سامانِ ہدایت اور نصابِ تعلیم اُنہی لوگوں کے لیے ہے جو تقوی اِختیار کرنا چاہتے ہیں، اور (سائنس و مادّہ کے بجائے) غیب پر اِیمان رکھتے ہیں...''۔

پھر ظاہری اثرات اور نتائج کے اعتبار سے بھی زبان سے نکلے ہوئے ہر کلمہ کا ایک وزن اور تاثیر مسلمات میں سے ہے، کوئی اپنے کسی مخاطب کے لئے زبان سے کوئی بھی بات نکالے، خواہ اس کا مفہوم سمجھ کر، یا بے سمجھے، اگر مخاطب اس کو سمجھ رہا ہے تو اس کا اثر بہر حال ہوتا ہے، اس

لئے قرآن کریم سمجھ کر پڑھنا یقیناً سعادت ہے، مگر بے سمجھے پڑھنا بھی معمولی سعادت نہیں۔

حافظ ابن حجرؒ حدیث ''هَذًا كَهَذِّ الشِّعْر'' (بخاری: ۷۷۵) کے تحت فرماتے ہیں:

وفي هذا الحديث من الفوائد: كراهة الإفراط في سرعة التلاوة، لأنه ينافي المطلوب من التدبر والتفكر في معاني القرآن، ولا خلاف في جواز السرد بدون تدبر، لكن القراءة بالتدبر أعظم أجراً (اِس حدیث سے مستنبط فوائد میں سے ایک مسئلہ جلدی جلدی قرآن پڑھنے کے مکروہ ہونے کا بھی ہے، اِس لیے کہ اِس طرح پڑھنے سے معانئ قرآن میں مطلوب تدبر وتفکر حاصل نہیں ہوسکتا، اگرچہ بغیر سمجھے قرآن پڑھنے کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، مگر سمجھ کر پڑھنا افضل بہر حال ہے)۔

اور حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں کہ بدون معنی کے سمجھے قرآن پڑھنے سے بھی کیا فائدہ؟ کیونکہ ایک فائدہ تو یہی ہے کہ معانی کی حفاظت بدون حفاظتِ اَلفاظ کے نہیں ہوسکتی، اور حفظِ معانی کی ضرورت آپ کو بھی مسلَّم ہے، یہ جواب تو سائنس وعقل کے موافق ہے، اور آج کل عقل وسائنس کی پرستش زیادہ ہے، اس لیے یہ جواب تعلیم یافتہ جماعت پر زیادہ حجت ہے۔

اور ایک جواب نقلی ہے جو دِین داروں پر حجت ہے، جو نقل کے سامنے عقل کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتے، وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے کہ قرآن کے ہر لفظ پر دس نیکیاں ملتی ہیں، جس نے ایک بار زبان سے ''الحمد'' کہا اُس کے نامۂ اعمال میں اسی وقت پچاس نیکیاں لکھی گئیں، شاید عقل پرستوں کو یہ جواب پھیکا معلوم ہوا ہوگا، مگر صاحبو! حقیقت میں یہ بڑا قیمتی نفع ہے، جس کی قدر مرنے کے بعد معلوم ہوگی، جب کہ نیکیوں ہی کی پوچھ ہوگی، اور اس کے سوا تمام چیزیں ردّی ثابت ہوں گی۔

صاحبو! ایک اور عالم آنے والا ہے جس کے بازار میں آپ کے اُن سکّوں کی کچھ قدر نہیں جو آپ آج کل جمع کررہے ہیں، نہ وہاں روپے کی قدر ہے، نہ اَشرفی کی، نہ انٹرنس کی

قدر ہے، نہ بی اے کی، نہ ایل ایل بی کی، نہ سی ایس آئی کی، وہاں کا سکہ یہی نیکیاں ہیں، جن کی آپ اس وقت بے قدری کر رہے ہیں۔

پس قرآن کے الفاظ کا دوسرا نفع یہ ہے کہ یہ آخرت کا سکہ ہے، جس کی ایک سورت سے آخرت کے بے شمار خزانے جمع ہوجاتے ہیں، جب آپ وہاں جا کر دیکھیں گے کہ ایک سورۂ فاتحہ اور قل ہو اللہ سے اتنا بے شمار ثواب مل گیا، تو بے ساختہ یوں کہیں گے۔

خود کہ بد ایں چنیں بازار را　　　　کہ بیک گل مے خری گلزار را

مگر ابھی اس واسطے قدر نہیں، کہ یہ بازار اس سکہ کا نہیں ہے، یہاں یہ سکہ رائج نہیں، لیکن آخر آپ مسلمان ہیں، اور آخرت وقیامت کے آنے کا اِعتقاد رکھتے ہیں، پھر اس نفع کی بے قدری کس لیے ہے؟ واللہ وہاں جا کر آپ افسوس کریں گے کہ ہائے ہم نے رات دِن قرآن کی تلاوت کیوں نہ کی، جو آج مالامال ہوجاتے، اور اس وقت اپنے ان عذروں اور بہانوں پر افسوس ہوگا جو آج کل تحصیل قرآن میں کیے جاتے ہیں۔

مجھے دِین دار طبقے سے بھی شکایت ہے کہ یہ طبقہ بھی تلاوتِ قرآن کا پوری طرح اہتمام نہیں کرتا، بعضے یہ عذر کرتے ہیں کہ ہم کو فرصت نہیں ملتی، طلبہ اور مدرسین کو زیادہ تر یہی عذر ہے، مگر یہ محض لغو ہے، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ دوستوں سے باتیں کرنے میں بہت وقت ضائع کردیتے ہیں، اس وقت ان کو کہاں سے فرصت مل جاتی ہے، پھر افسوس ہے تلاوت قرآن کے لیے تھوڑا سا وقت نہیں دیا جاتا، کیونکہ آپ کو خدا تعالیٰ سے محبت ہے، اس لیے کہ آپ مومن ہیں، اور مومن کی شان یہ ہے: {والذین آمنوا أشد حباً للہ} (جولوگ ایماندار ہیں ان کو اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ محبت ہے)، پس آپ کو اللہ تعالیٰ سے ضرور محبت ہے، اور ایسی محبت ہے کہ کسی سے اتنی محبت نہیں، اور جب آپ کو اللہ ورسول سے محبت زیادہ ہے تو اَب اس کے کیا معنی کہ بدون سمجھے قرآن پڑھنے سے کیا فائدہ؟

صاحبو!............اور قرآن تو مہمل بھی نہیں، بلکہ نہایت فصیح وبلیغ، عجیب وغریب شیریں

زبان ہے، جو لوگ سمجھتے ہیں وہ تو اس کی فصاحت اور بلاغت اور شیرینی کو سمجھتے ہی ہیں، مگر جو لوگ نہیں سمجھتے ان کو بھی اس میں بہت مزہ آتا ہے، تجربہ کر کے دیکھ لو، اور جو لوگ تلاوت قرآن کے عادی ہیں وہ اس کا خوب تجربہ کیے ہوئے ہیں، اور اگر کسی وقت کوئی خوش اِلحان قاری مل جائے تو ذرا اس سے قرآن سن کر دیکھ لو کہ بدون معنیٰ سمجھے تم کو مزہ آتا ہے یا نہیں، واللہ بعض دفعہ نہ سمجھنے والوں کو بھی ایسا مزہ آتا ہے کہ دل پھٹ جاتا ہے، بس قرآن کی یہ حالت ہے:

برنگ اصحاب صورت را، ببو اَرباب معنیٰ را　　　　بہار عالم حسنش دل وجاں تازہ می دارد

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ قرآن پڑھنا گویا اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنا ہے، پھر حیرت ہے کہ آپ عاشق ہو کر اپنے محبوب سے باتیں کرنا نہیں چاہتے، حالانکہ محبت وہ چیز ہے کہ عاشق طرح طرح سے اس کے بہانے ڈھونڈا کرتا ہے، کہ محبوب سے باتیں کرنے کا موقع ملے۔

حضرت سیدنا موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے سوال ہوا تھا{وماتلک بیمینک یا موسیٰ} (اے موسیٰ! تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟)، اس کے جواب میں صرف اتنا کافی تھا کہ عصا کہہ دیتے، مگر نہیں، چونکہ ان کو محبت تھی، تو اس وقت کو غنیمت سمجھا کہ محبوب سے باتیں کرنے کا موقع ملا ہے، انھوں نے تفصیل کے ساتھ جواب دیا: {هي عصاي أتو كأ عليها وأهش بها علىٰ غنمي}، (کہ یہ میری لاٹھی ہے، میں اس پر سہارا لگالیتا ہوں، اور اس سے بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں)، کتنی تطویل کی، آخر میں پھر اس لاٹھی کے منافع دو جملوں میں بیان کیے، اور فرمایا: {ولي فيها مآرب أخرى} (کہ اس میں میرے اور بھی مقاصد ہیں)۔ یہ اس واسطے بڑھایا تا کہ آئندہ بھی کلام کی گنجائش رہے کہ شاید حضرتِ حق دریافت فرماویں کہ ہاں صاحب وہ مقاصد کیا ہیں، ذرا وہ بھی بیان کیجئے! تو پھر اور باتیں کروں گا، یا خود ہی عرض کریں کہ حضور اس وقت اس کی شرح نہ ہوئی تھی، میں اب عرض کرنا چاہتا ہوں، غرض آئندہ باتیں کرنے کی گنجائش رکھ لی۔

غرض عشاق کو محبوب سے باتیں کرنے میں عجیب مزہ آتا ہے، اور یہ دولت مسلمانوں کو گھر بیٹھے

ہر وقت نصیب ہے، کہ وہ جب چاہیں اللہ تعالیٰ سے باتیں کرلیں، یعنی قرآن کی تلاوت کرنے لگیں، پھر حیرت ہے کہ قرآن کے بدون سمجھے پڑھنے کو بے فائدہ بتلایا جائے! کیا یہ فائدہ کچھ کم ہے؟

دوسرے اچھا میں نے مانا کہ معانی ہی اصل مقصود ہیں، مگر یہ کبھی نہ مانوں گا کہ معانی ہر وقت مقصود ہوتے ہیں، بلکہ ایک وقت ایسا بھی ضرور ہونا چاہیے جس میں صرف الفاظ ہی مدنظر ہوں، اور معانی پر التفات نہ ہو، جیسا کہ ریاضی میں پہاڑے یاد کیے جاتے ہیں، اس وقت مقصود پر اصلاً نظر نہیں ہوتی، بلکہ صرف الفاظ ہی کو رٹا جاتا ہے، اور جیسے کھانا کھانے سے مقصود قوت ہے، مگر کھانے کے وقت لذت پر بھی نظر ہوتی ہے، صورت پر بھی نظر ہوتی ہے، کہ روٹی جلی ہوئی سیاہ نہ ہو، سالن میں نمک مرچ بہت تیز یا کم نہ ہو، اس وقت کوئی یہ نہیں کہتا کہ مقصود تو قوت ہے، صورت اور لذت پر نظر کرنا بے فائدہ ہے۔

افسوس دنیا کی چیزوں میں تو صورت اور لذت پر نظر ہو اور قرآن میں یہ اُمور بے فائدہ ہو جائیں، حیرت ہے!! اور تلاوتِ قرآن میں لذت اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ تلاوت کے وقت معانی کی طرف توجہ نہ ہو، صرف الفاظ ہی پر توجہ ہو...۔

صاحبو! دریا کی سطح کی سیر میں جو لذت ہے وہ سیر عمق میں نہیں ہے، گو سیر عمق سے موتی ہاتھ لگتے ہیں، جو سطح کی سیر سے حاصل نہیں ہوتے، مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ سطحِ دریا کی سیر بیکار ہے، ہر گز نہیں، اَطبا سے پوچھو، وہ سطح دریا کی سیر کو فرحت بخش بتلاتے اور کہتے ہیں کہ اس سے دل و دماغ کو سرور اور نگاہ کو تازگی و نور حاصل ہوتا ہے ....۔

صاحبو! اس سے بڑھ کر الفاظ قرآن کا نفع اور کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پڑھنے والے کی قرأت کی طرف بہت توجہ فرماتے اور نہایت توجہ سے سنتے ہیں، ....، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خبر دی ہے کہ حق تعالیٰ قرآن پڑھنے والے پر بہت متوجہ ہوتے ہیں، اور نہایت توجہ سے اس کی قرأت سنتے ہیں، اس سے بھی اَلفاظ کا مقصود ہونا ظاہر ہے، کیونکہ قرأت اور استماع الفاظ ہی کے متعلق ہے، نہ کہ معانی کے، اور یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن پڑھتے ہوئے اس امر کا استحضار کرنا چاہیے

کہ حق تعالیٰ ہمارا قرآن پڑھنا سن رہے ہیں، لہٰذا خوب اہتمام سے پڑھنا چاہیے۔

علاوہ ازیں یہ کہ اصل مقصود تمام طاعات سے قربِ حق ہے، حق تعالیٰ کے یہاں سے اولاً الفاظ آئے ہیں، اور معانی ان کے تابع ہوکر آئے ہیں، پس الفاظ کو اللہ تعالیٰ سے قرب زیادہ ہوا، اگر یہ الفاظِ قرآن بے معنی بھی ہوتے تو بھی عاشق کے لیے یہی کافی تھے، کیونکہ محبوب اگر عاشق کو چیز دے تو وہاں دو لذتیں ہیں: ایک لذت محبوب کے ہاتھ سے ملنے کی، دوسری لذت اس چیز کے کھانے کی۔

... میں یک طرفہ فیصلہ کرکے ڈگری نہیں دیتا، بلکہ دونوں جماعتوں کے لیے فیصلہ کرتا ہوں کہ بعض جہات سے اہل الفاظ افضل ہیں، اور بعض جہات سے اہل معانی، اور قرآن کی دونوں چیزیں قابلِ اہتمام ہیں: صورت بھی اور معنی بھی، کیونکہ ہر چیز کی طرف صورت و معنی دونوں ہی کی وجہ سے رغبت ہوتی ہے، صورت کو کوئی بیکار نہیں کہہ سکتا۔

... پھر قرآن ہی میں اس کے خلاف یہ نیا قاعدہ کیوں جاری کیا جاتا ہے، کہ اس کی صورت یعنی اَلفاظ بدون معنی کے بیکار ہے، الحمدللہ میں نے مختلف وجوہ سے مسئلہ کو ثابت کردیا، کہ الفاظِ قرآن بدون فہمِ معنی کے بھی مطلوب ہیں، اور ان کا پڑھنا ہرگز بیکار نہیں، اب یہ دعویٰ بالکل باطل ہوگیا کہ بدون معنی کے الفاظ پڑھنے سے کیا فائدہ؟

اَب میں حروفِ مقطعات کا نکتہ بیان کرتا ہوں، ان سے بھی اپنا مدعا ثابت کروں گا، ایک نکتہ یہ ہے کہ یہ اَسرار ہیں، دوسرا نکتہ یہ کہ ممکن ہے کہ اس میں اس مضمون پر تنبیہ مقصود ہو کہ قرآن سے محض معانی مقصود نہیں، بلکہ الفاظ بھی مقصود ہیں، کیونکہ بعض الفاظ قرآن میں غیر معلوم المعنی ہیں، اگر صرف معنی مقصود ہوتے تو قرآن میں ایسے الفاظ کیوں ہوتے؟ حالانکہ وہ جزوِ قرآن ہیں، جن کی قرآنیت کا انکار کفر ہے، خلاصہ بیان کا یہ ہے نہ محض الفاظ کو مقصود سمجھو اور معانی کو بیکار، نہ محض معانی کو مقصود سمجھو اور الفاظ کو بیکار، بلکہ قرآن کے الفاظ و معانی دونوں مقصود ہیں۔ (الفاظ القرآن ص ۱۱ تا ص ۴۴ ملخصاً، بحوالہ اشرف الجواب)۔

اذان اور چند حقائق

محمد انور داؤدی ایڈیٹر" روشنی" اعظم گڈھ

اذان کا لغوی معنی ہے"اطلاع کرنا، اعلان کرنا" اور شریعت کی اصطلاح میں اذان کہتے ہیں" مخصوص کلمات کے ذریعہ متعینہ اوقات میں لوگوں کو نماز کی اطلاع دینا۔

ہر مذہب میں اپنے عقیدے کے اعتبار سے عبادت کے لئے کچھ مخصوص افعال واعمال ہوتے ہیں چونکہ اسلام ایک آفاقی اور آسمانی مذہب ہے اس میں کلمہ طیبہ کے بعد نماز کا درجہ سب سے اول ہے، شروع شروع میں تو فجر اور عصر کی یہ دو نمازیں فرض تھیں پھر سفر معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوگئیں لیکن مغرب کی تین رکعت چھوڑ کر سب نمازیں دو رکعت کی تھیں یہاں تک کہ ہجرت مدینہ ہوگئ، ہجرت کے بعد سفر میں تو دو رکعت پڑھنے کا حکم باقی رہا مگر سفر کے علاوہ یعنی حضر میں چار رکعت کردی گئ

اسلام میں نماز ایک اہم اور اجتماعی عبادت ہے۔ اسلام کے اولین دور میں لوگ اپنے اپنے طور سے اندازے کے مطابق بغیر کسی اعلان کے مسجد آجاتے اور نماز باجماعت ہوجاتی، ظاہر سی بات ہے دھیرے دھیرے مسلمانوں کی آبادیاں بڑھ گئیں اور مدینہ مسلمانوں کی پہلی آزاد ریاست بن گیا، اب مسلمانوں کو انتظار کی زحمت بھی ہونے لگی، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال آیا کہ نماز کے لئے کچھ ایسی علامت ہوجائے جس سے تمام اہل محلہ بیک وقت بسہولت مسجد آجایا کریں، آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا جس میں چار تجاویز پیش ہوئیں (۱) اونچی جگہ سے ایک جھنڈا بلند کیا جائے (۲) کسی اونچی جگہ سے آگ روشن کی جائے جسے دیکھ کر لوگ آجائیں (۳) عیسائیوں کی طرح ناقوس (گھنٹہ) بجادیا جایا کرے (۴) یہودیوں کی طرح بوق (سینگ، بگل) بجادیا جایا کرے۔

مگران سب تجاویز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر مسترد کردیا کہ ان میں دوسری قوموں کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے، اور بلا نتیجہ مجلس برخاست ہوگئ

(ایک روایت میں ہے کہ ناپسندیدگی کے باوجود آپ نے ناقوس کے ذریعہ جمع کرنے کا حکم دیا) اور صحابہ فکر مندی کیساتھ چلے گئے، انھیں فکر مند اصحاب میں ایک انصاری صحابی عبداللہ ابن زید ابن عبدربہ بھی تھے خواب دیکھا کہ ''ایک شخص میرے پاس سے گزرا، اس پر دو سبز کپڑے تھے اور اس کے ہاتھ میں ناقوس تھا، میں نے اس سے کہا: اے اللہ کے بندے کیا تم یہ ناقوس فروخت کروگے؟ اس نے کہا تم اس کو خرید کر کیا کروگے؟ میں نے کہا: ہم اس کے ذریعہ نماز کے لیے بلائیں گے، وہ کہنے لگا: کیا میں تجھے اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں؟ وہ کہنے لگا: تم یہ کلمات کہا کرو: اللہ اکبر.... (پوری اذان) پھر ذرا ہٹ کر اقامت کی تلقین کی، راوی کہتے ہیں: جب صبح ہوئی تو میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اپنے خواب میں جو کچھ دیکھا تھا وہ بیان کردیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے ان شاء اللہ یہ خواب بالکل سچا اور حق ہے، اٹھو بلال کو یہ کلمات سکھاؤ کیونکہ وہ تجھ سے زیادہ بلند آواز والے ہیں، راوی (عبداللہ بن زید) کہتے ہیں: میں بلال رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ اٹھا اور اسے یہ کلمات سکھانے لگا اور انہوں نے ان کلمات کے ساتھ اذان کہی، جب عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے گھر یہ اذان سنی تو وہ اپنی چادر کھینچتے ہوئے آئے اور کہنے لگے: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث کیا ہے، میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا جیسا عبداللہ بن زید کو دکھایا گیا. چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: الحمد للہ" (ترمذی، ابو داود، ابن ماجہ) اور پھر نماز سے پہلے اذان کا یہ طریقہ رائج ہو گیا

واضح رہے کہ خواب اور اذان کا حکم سن ایک ہجری میں پیش آیا، قارئین اندازہ لگائیں قریش مکہ کے مظالم سے بچ کر مدینہ کی کامیاب ہجرت یا مدینہ میں آزادی کے ساتھ مسلمانوں کا رہنا اور انصار کا دل کھول کر مسلمانوں کا سپورٹ کرنا، کفار و منافقین کا رسوا ہونا

سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے سامنے تھا لیکن ان کے ذہن ودماغ میں یہ سب باتیں بالکل نہیں تھیں، اذان کا مقصد صرف اور صرف نماز کے لئے لوگوں کا بسہولت اکٹھا ہوجانا تھا نہ کسی کو چڑھانا تھا اور نہ ہی کسی کو ورغلانا تھا، اذان ایک علامت تھی اور پھر اسلام کی پہچان اور شعار بن گئی۔

آپ اذان کے کلمات پر توغور کیجئے نہ ماردھاڑ کا تذکرہ، نہ کسی کی برائی، اذان میں اسلام کے تین بنیادی اصول وعقائد کا ذکر ہے (۱) توحید کہ جو تمام کائنات کا خالق ومالک ہے، جس کے حکم کے بغیر کچھ ہونے والا نہیں اس کی کبریائی کا اعلان ہے، اللہ اکبر اللہ اکبر کے ذریعہ اور اشہد ان لا الہ الا اللہ کے ذریعہ توحید کا اعلان ہے (۲) رسالت: سارے عالم کے نبی اور انسانیت کے ہمدرد ومحسن محمد مصطفی جنھوں نے پوری زندگی انسانیت کی فلاح وبہبود اور خالق کائنات سے بندوں کا رشتہ استوار کرانے میں صرف کردی اور یہ کہ اللہ کی معرفت آپ کے ذریعہ ہوئی، اسکی نبوت ورسالت کا اقرار ہے اشہد ان محمد رسول اللہ میں (۳) اور توحید ورسالت کے بعد نماز کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے حی علی الصلاۃ کے ذریعہ — کہا یہ جاتا ہے کہ اگر تم کامیابی چاہتے ہو اور آخرت میں سرخرو ہونا چاہتے ہ وتو خدا اور رسول کی اطاعت کرو اسکی پکار پر لبیک کہو حی علی الفلاح میں اسی طرف اشارہ ہے۔

گویا اذان ایک عبادت ہے، اسی لئے اذان اور اذان دینے والے کی بڑی فضیلت آئی ہے، چنانچہ ابوداود شریف میں ہے کہ مؤذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے، جس تر یا خشک چیز تک وہ آواز پہنچتی ہے وہ سب چیزیں اسکے لئے قیامت میں خیر پر شہادت دیں گی۔

روایت میں آتا ہے کہ جب اذان ہوتی ہے تو شیطان بھاگ جاتا ہے تا کہ اذان کے کلمات اسکے کان میں نہ پڑسکیں، پھر اذان کے بعد واپس آتا ہے (بخاری) پہلے بلند اور مسحور کن آواز، صاحب تقوی اور امین، مسائل سے واقف حضرات ہی نماز کے لئے اذان دیا کرتے تھے آج بھی ایسا ہے لیکن کم ہے، دینی تغافل کی وجہ سے پورا اسلامی

معاشرہ کراہ رہاہے خاطرخواہ ماہانہ اورعظمت نہ ہونے کی وجہ سے اہم ترین عبادت! لنگڑے لولے، کج فہم مسائل سے نابلد، اذان ونماز کی عظمت واہمیت اورمشروعیت ومقاصد سے عاری افراد کے حوالے ہوگئ ہے افسوس!!!!!

شروع میں لاوڈاسپیکر کا کوئی تصورنہ تھا دیسی کھان پان، آب وہوا، اورایمانی حرارت کی بدولت معاشرہ تندرست تھااورلوگ بلندآوازوتاثیر کے مالک تھے مجھے یاد ہے اور پرانے بتاتے بھی ہیں فلانے دادا اذان دیتے یاکسی کوبلاتے تواتنی دورتک آوازجاتی اورفلانہ آوازسن کرآجاتااب وہ قویٰ، صحت اورعالی ہمت افرادخال خال ملتے ہیں۔

لاوڈاسپیکر کی ایجاد ۱۹۲۴ءمیں رائس کیلاگ نے کی تھی لیکن اسکی شکلیں مختلف تھیں دھیرے دھیرے اسکارواج ہوااب مندر، مسجد، گرودوارہ، چرچ، شادی بیاہ ودیگرتقریبات بغیراسکے سونی سونی لگتی ہیں۔

لاوڈاسپیکر کےشروعاتی دورمیں علماء میں اختلاف بھی ہواتھااورخود اسلام وعلماء نے بلاوجہ وضرورت لاوڈاسپیکر کےاستعمال وآوازپرنکیر کی ہے

☆ مفتیِ اعظم ہند حضرت مولانامفتی محمودحسن گنگوہیؒ فرماتے ہیں" لاؤڈ اسپیکر پر صرف پانچ وقت کی اذان کہیں، جس سے مقصودلوگوں کونماز کے لیے بلاناہو، بقیہ دوسری چیزوں کے لیےلاؤڈاسپیکراستعمال نہ کریں"۔(فتاویٰ محمودیہ)

مفتی سیدعبدالرحیم لاجپوریؒ صاحب فرماتے ہیں :"اگر بلامائک اذان ناکافی ہوتو بلا تردّد مائک کااستعمال جائز ہے، افضل تو یہی ہے کہ بلندآوازمؤذن کا تقرر ہوسکتا ہوتو مائک کااستعمال نہ کرے۔(فتاویٰ رحیمیہ)

مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی شہیدؒ بڑی تفصیل کے ساتھ لکھتے ہیں: نماز، تراویح، درس وغیرہ کے لیے اگرلاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی ضرورت ہوتو اس کی آوازمسجد کے مقتدیوں تک محدودرہنی چاہیے، باہرنہیں جانی چاہیے۔تراویح کے لیے اوردرس وغیرہ

کے لیے باہر کے اسپیکر کھولنا عقلاً و شرعاً نہایت قبیح ہے، جس کے وجوہ حسبِ ذیل ہیں :
بعض مساجد اتنی قریب قریب ہیں کہ ایک کی آواز دُوسری سے ٹکراتی ہے، جس سے دونوں مسجدوں کے نمازیوں کو تشویش ہوتی ہے اور ان کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے ، ایسے واقعات بھی پیش آتے ہیں کہ ایک مسجد کے مقتدی جو پچھلی صفوں میں تھے، دُوسری مسجد کی تکبیر پر رُکوع، سجدے میں چلے گئے، نمازیوں کو ایسی تشویش میں مبتلا کرنا کہ ان کی نماز میں گڑبڑ ہوجائے ، صریح حرام ہے، اور اس حرام کا وبال ان تمام لوگوں کی گردن پر ہوگا جو نماز کے دوران اُوپر کے مائک کھولتے ہیں۔

حلال روزی کی کوشش پر اجر وثواب:

ایمان، نماز، زکوۃ اور اسلام کے بنیادی ارکان کے بعد حلال روزی حاصل کرنے کی فکر اور کوشش بھی ایک اسلامی فریضہ ہے اور حلال کی دین میں اتنی اہمیت ہے کہ اسے بھی فرض کا درجہ حاصل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حلال حاصل کرنے کی فکر و کوشش فرض کے بعد فریضہ ہے۔

”عن عبداللہ قال قال رسولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :طَلَبُ کَسْبِ الْحَلاَلِ فَرِیْضَۃٌ بَعْدَ الْفَرِیْضَۃِ“۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان، رواہ الطبرانی ۱۰/رقم :۹۹۹۳)

اور اللہ کے مقرر کیے ہوئے کسی فریضہ کا ادا کرنا اس کی بندگی اور عبادت ہے اور بندہ اس پر اجر وثواب کا مستحق ہے، تو کسبِ حلال کی فکر و کوشش اور اس میں مشغول ہونا بھی دین وعبادت اور اجر وثواب کا باعث ہے۔

پنجاب کے تین گھروں کے بارہ افراد کی قادیانیت سے توبہ کی تفصیلی رپورٹ

مولانا محمد اکرم بستوی استاذ شعبۂ تحفظ ختم نبوت مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد! کسی بھی مسلمان پر مخفی نہیں ہے کہ قادیانیت کا فتنہ ملت اسلامیہ کے لئے ایک ناسور ہے، اس کی بنیاد سراسر اسلام دشمنی پر قائم ہے، اس کی اسلام دشمنی کو بے نقاب کرنا اوراس بہتے ہوئے ناسور کا علاج کرنا ہم سب کا دینی واخلاقی فریضہ ہے، فتنہ قادیانیت ملک کے بیشتر علاقوں بالخصوص علم اور علماء سے دور اور دینی اعتبار سے پسماندہ خطوں (پنجاب، ہریانہ) میں بطور خاص اپنے بال و پر پھیلا تا رہا ہے، اس کے لئے ملت اسلامیہ کا درد رکھنے والے تمام حضرات بالخصوص علماء دین اور فضلاء مدارس اسلامیہ کو اپنی ذمہ داری محسوس کرنی چاہئے اورامت کواس قادیانی فتنہ کی زہرناکی سے بچانے کے لئے ہر ممکن قربانی پیش کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہنا چاہئے۔

الحمدللہ تعالی مظاہر علوم کی جانب سے دس پندرہ سال پہلے صوبہ پنجاب و ہریانہ کے ارتدادزدہ علاقوں اور دیہاتوں میں مکاتب قرآنیہ کے قیام کا سلسلہ حق تعالی کی توفیق اور اکابر بزرگان جامعہ کی ہدایت پر شروع ہوا تھا جو الحمدللہ چل رہا ہے، شہر قادیان سے قرب کی وجہ سے ان علاقوں میں قادیانی فتنے کی زہرناکی زیادہ ہے، قرآن شریف، کلمہ، نماز دعائیں اور دینیات کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان مکاتب کے قیام کا ایک عظیم الشان فائدہ یہ بھی ہوا کہ قیام مکاتب کی برکت سے اس فتنہ سے عوام کی حفاظت اوراس کی زہرناکی سے بچانے اور سمجھانے کے مواقع بھی الحمدللہ میسر آتے رہتے ہیں، چنانچہ صوبہ پنجاب میں ضلع پٹیالہ کے موضع چلیلا میں مدرسہ کی جانب سے مکتب قائم ہے، وہاں کے معلم قاری محمد اسرار سہارنپوری

نے فون پر بتایا کہ ملاہیڑی نامی گاؤں (جو کہ ضلع فتح گڑھ میں واقع ہے اوران کی مسجد سے سات کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے) میں مسلمانوں کے صرف بیس گھر اور وہ سب کے سب قادیانی ہوگئے ہیں وہاں کی مسجد پر بھی انھیں کا قبضہ ہے، ایک میاں جی اس مسجد میں بحیثیت معلم کام کررہا ہے جس کی تنخواہ بھی قادیان ہی سے آتی ہے۔

بندہ نے حضرت مولانا محمد سید سلمان صاحب مدظلہ العالی ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور کی خدمت میں اس پوری صورت حال کا تذکرہ کیا، حضرت کے مشورہ سے طے ہوا کہ وہاں کا سفر ضرور ہونا چاہئے بلکہ یہ تو مدرسہ کے اہم مقاصد میں سے ہے۔

حضرت والا کے حکم اور وہاں کے مقامی لوگوں کے صلاح ومشورہ سے ۱۸ تا ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ مطابق ۶ تا ۸ جنوری ۲۰۱۸ء کی تاریخیں متعین ہوئیں بندہ حسب پروگرام ۶ رجنوری بروز بار بعد نماز فجر شعبہ کے ایک طالب علم مولوی بدرالدین گورکھپوری کو باجازت حضرت ناظم صاحب لے کر پنجاب کے لئے عازم سفر ہوا، بعد نماز عصر پنجاب پہونچا، بعد نماز مغرب جماعت تبلیغ کی ترتیب کے مطابق گشت کی شکل میں لوگوں سے ملاقات کی، حسن اتفاق امام صاحب کی جن قادیانیت زدہ لوگوں سے گفت وشنید ہوئی تھی وہ چلیلا کے مسلم پردھان چھنداخان سے قریبی دوستانہ تعلق رکھتے تھے، باہمی مشورہ سے یہ بات طے پائی کہ آج شام ان لوگوں کو پردھان مذکور کے گھر بلاکر پہلے بات کی جائے، بفضلہ تعالی پردھان چھنداخان نے ہر ممکن تعاون پیش کیا، تقریبا ساتھ بجے عشا کی نماز سے قبل دو شخص منگاخان اور جنگاخان پردھان جی کے بلانے پر آئے اوران کے سامنے اسلام کی حقانیت اورقادیانیت کے بطلان کو بندہ نے تفصیل سے ایک گھنٹہ بیان کیا، مجلس ایک گھنٹہ تک چلی اورالحمدللہ انھیں اسلام کی حقانیت اورآقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت سمجھ میں آئی اورانھوں نے وعدہ کیا کہ کل صبح ساڑھے دس بجے ہم آپ لوگوں کو بذریعہ فون مطلع کرکے اپنے گاؤں ملاہیڑی مدعو کریں گے اورمع اہل خانہ قادیانیت سے تائب ہوجائیں گے، پھر نماز عشاء کے

بعد ایک اصلاحی ودعوتی مجلس مسجد میں منعقد ہوئی جس میں بندہ کے ساتھ آئے ہوئے مظاہرعلوم سہارنپور کے شعبۂ تحفظ ختم نبوت کے متعلم مولوی بدرالدین نے ایمان کی اہمیت اورعقیدہ ختم نبوت کے عنوان سے تقریر کی۔

۷/جنوری بروز اتوار صبح تقریبا۹/بجے پردھان چھنداخان نے بتایا کہ انھوں نے ہمیں وقت مقررہ ساڑھے دس بجے بلایا ہے،ہم لوگ مظاہرعلوم کے شعبۂ تحفظ ختم نبوت کی جانب سے شائع شدہ مختلف پمفلٹ لے کر وقت مقررہ پر چلیلا سے سات کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع گاؤں ملاہیڑی پہونچے،ہمارے ساتھ چلیلا کی مسجد کے امام قاری محمد اسرار، پردھان چھنداخان اور مولوی بدرالدین متعلم شعبہ تحفظ ختم نبوت تھے۔

مجلس گیارہ بجے شروع ہوئی احقر نے ایمان کی اہمیت،آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت،قادیانیت کی قباحت،کفریات مرزااوربطور خاص توہین انبیاء کے کفر ہونے کو مدلل ثابت کیا،اللہ کے فضل وکرم سے بات ان لوگوں کی سمجھ میں آئی اورتین گھر کے بارہ افراد قادیانیت کا دامن چھوڑ کر اسلام کے حلقہ ارادت سے وابستہ ہوئے،جن میں چھ بالغ مرد، چار بالغ عورتیں اورایک ۱۳/سال کا لڑکا اورایک دس سال کی لڑکی شامل تھی،ان سے زبانی اورتحریری طور پرتوبہ لی گئی،ان بارہ خوش نصیبوں کے نام کی تفصیل مع عمر کچھ اس طرح ہے:

(۱)منگاخان عمر ۴۵سال	(۲)چنگاخان عمر ۴۲سال
(۳)امریک خان عمر۳۹سال	(۴)ملکیت خان عمر۲۲سال
(۵)عبدالستارخان عمر۱۹سال	(۶)منیرخان عمر۱۷سال
(۷)رحمان خان عمر۱۳سال	(۸)کرم جیت بیگم عمر۴۲سال
(۹)سمیرابیگم عمر۴۰سال	(۱۰)پروین بیگم عمر۳۵سال
(۱۱)کمل بیگم عمر۲۲سال	(۱۲)روبینہ بیگم عمر۱۰سال

تجدید نکاح :

تجدید ایمان کے عمل سے فراغت کے بعد اسلامی تعلیم کی روشنی میں انھیں بتلایا گیا کہ زوجین میں سے کوئی ایک یا دونوں قادیانیت اختیار کرلیں تو تجدید ایمان کے بعد ازدواجی زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے تجدید نکاح کی بھی ضرورت پڑتی ہے، چنانچہ انھوں نے خود ہی تجدید نکاح کی بات کہی اور اسی مجلس میں زوجین کی اجازت اور مرضی سے تینوں شادی شدہ جوڑوں کا نکاح عمل میں آیا۔

ضروری ہدایات:

دونوں مبارک کاموں سے فراغت کے بعد انھیں اہمیت کے ساتھ اس بات کی طرف بندہ نے توجہ دلائی کہ آپ لوگ ایسے گاؤں سے تعلق رکھ رہے ہیں جس میں تمام گھر قادیانیت کی لپیٹ میں ہیں اور چونکہ ابھی آپ لوگوں کو معلوم ہو چکا ہے کہ ان کے عقائد کفریہ ہیں اس لئے اگر ان کو مسلمان سمجھ کر ان کی شادیوں میں شرکت ہوگی تو ایمان جاتا رہے گا اور تجدید ایمان کے ساتھ تجدید نکاح بھی کرنا ہوگا نیز انکے سامنے معاملات اور آئندہ کے لائحہ عمل کے تعلق سے بھی بنیادی بنیادی اہم باتوں پر بندہ نے روشنی ڈالی، مثلا مسلمان عورت سے قادیانی مرد کا نکاح حرام ہے اسی طرح قادیانی عورت سے بھی مسلمان مرد کا نکاح حرام ہے، دیدہ ودانستہ قادیانی عورت سے نکاح کرنے والے مسلمان پر تجدید ایمان لازم ہے، قادیانی ذبیحہ کی حرمت کو بتلاتے ہوئے انھیں اس حقیقت سے روشناس کرایا کہ کسی قادیانی میت کا جنازہ کسی مسلمان کے لئے پڑھنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ نماز جنازہ کی صحت کے لئے میت کا مسلمان ہونا شرط ہے، کسی بھی غیر مسلم مرتد اور زندیق شخص کا جنازہ بالاجماع ناجائز ہے اور قادیانیوں اور مرزائیوں کا کفر اظہر من الشمس ہے بحمداللہ یہ مبارک مجلس ڈیڑھ بجے دوپہر میں دعا پر اختتام پذیر ہوئی۔ فالحمدللہ علی ذلک۔

بغیر محرم کے سفرِ حج

مولانا ندیم احمد انصاری
ڈائریکٹر الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا

تمام مسلم حلقوں میں مرکزی اقلیتی امور کی وزارات کے ذریعے بنائی گئی حج ریویو کمیٹی کی حج برائے ۲۰۱۸–۲۰۲۲ء کے لیے پیش کی گئی نئی حج پالیسی پر ناراضگی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ اطلاعات کے مطابق حج کمیٹی آف انڈیا کی نئی پالیسی کے تحت ۴۵ سال سے زیادہ عمر کی خواتین کو محرم کے بغیر خواتین کے چار گروپ میں سفرِ حج کی منظوری دی گئی ہے، جس کا تعلق ظاہر ہے انتظامی امور سے نہیں؛ بلکہ مذہب میں بے جا مداخلت سے ہے، یہی وجہ ہے اس کی چوطرفہ مذمت ہو رہی ہے اور مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ مسلمانوں کے حق میں ایسا کوئی فرمان جاری کرنے سے گریز کیا جائے جو شریعتِ اسلامی سے ٹکراتا ہو کہ اس سے ملک میں انتشار کا اندیشہ ہے۔

اس نئی پالیسی پر ردِ عمل کا اظہار کرتے ہوئے دار العلوم دیوبند کے مہتمم مفتی ابو القاسم نعمانی اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے ترجمان مولانا خلیل الرحمن سجاد نعمانی سمیت تقریباً تمام بیدار مغز مسلم تنظیموں کے اہم ارکان نے اپنا موقف بھی ظاہر کیا ہے، جس میں یہ تمام اس نکتے پر تقریباً متفق نظر آتے ہیں کہ پالیسی کے یہ نکات نہ صرف اسلامی شریعت کے مخالف ہیں؛ بلکہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو برانگیختہ کرنے کے مرادف بھی ہیں۔

خیر اس وقت ہمارے پیشِ نظر عورت کے لیے بغیر محرم سفرِ حج کے مسئلے پر اسلامی، فقہی اور عملی نقطۂ نظر سے مختصر گفتگو کرنا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ایک شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا: اے اللہ کے رسول...! حج کس چیز سے فرض ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زادِ راہ اور سواری سے۔ (ترمذی ۸۱۳، ابن

ماجہ ۲۸۹۶) نیز حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيلًا کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے پاس توشہ اور سواری ہو۔(ابن ماجہ ۲۸۹۷) لیکن عورت پر حج فرض ہونے کے لیے ذاتی صرفے کے علاوہ ساتھ میں جانے والے محرم کا سفرِ خرچ میسر ہونا بھی لازم ہے، ورنہ عورت پر حج فرض ہی نہیں ہوگا۔

یہ حکم اس وقت ہے جب کہ اس عورت کا یہ سفر، شرعی سفر یعنی تین دن یا اس سے زیادہ مسافت کا ہو، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ کوئی دن و رات کا سفر بھی بغیر محرم کے کرے۔(بخاری ۱۰۸۸، مسلم ۱۳۳۹)

حدیث شریف میں صراحت کے ساتھ وارد ہوا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت اختیار نہ کرے الا یہ کہ اس کا محرم اس کے ساتھ ہو، اور نہ کوئی عورت محرم کے بغیر سفر کرے، یہ سن کر ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میری بیوی حج کے لیے جا رہی ہے، اور میرا نام فلاں غزوے کے لیے لکھا جا چکا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔(بخاری ۵۲۳۳، مسلم ۱۳۴۱)

اسی لیے فقہا نے لکھا ہے کہ عورت کے ساتھ اس کا شوہر سفرِ حج پر جائے گا یا کوئی محرم، لہٰذا! اگر محرم یا شوہر عورت کے ساتھ سفر کے لیے میسر نہ ہو تو عورت پر حج فرض نہیں ہوگا۔(ہندیہ ۱/۲۴۱، تاتارخانیہ ۲/۴۳۴) ہاں اگر سفر، شرعی مسافت سے کم ہو تو اس عورت کو بغیر محرم کے یا بغیر شوہر کے بھی حج کے لیے جانا فرض ہے؛ البتہ اگر کسی فساد وغیرہ کا اندیشہ ہو تو پھر اس شرعی مسافت سے کم میں بھی عورت کو بغیر شوہر یا محرم کے سفر کرنا مکروہ ہوگا اور ملا علی قاریؒ نے تحریر فرمایا کہ اس زمانے میں لوگوں کے فساد کی وجہ سے اسی قول پر فتویٰ دیا جائے گا۔(دیکھیے اللباب المناسک ۶۰-۶۲، زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک ۳۳)

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا حکمت سے پُر بیان ہے کہ گو بعض کو ائمہ کے قول پر بعض خاص قیود و شروط کے ساتھ اس کی گنجایش ہے؛ لیکن اوّل تو عوام کو ایسی بے قیدی کی اجازت نہیں کہ جس وقت جس کا قول دل چاہا لے لیا، دوسرے جانے والیاں ان قیود و شرائط کو نہ جانتی ہیں، نہ ان کی پروا کرتی ہیں، ہر حال میں چلی جاتی ہیں جو کہ ان ائمہ کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ نیز اس وقت اتنا فساد نہ تھا، ثقہ عورتوں کے ساتھ امن غالب تھا اور اس زمانے میں فساد اس قدر غالب ہے کہ عورتوں کے ہوتے ہوئے بھی شریر طبیعتیں شرارت سے نہیں چوکتیں، پھر تعاون و ہمدردی کم ہوتی جاتی ہے، اگر بیماری وغیرہ پیش آ گئی تو کم عورتوں سے اُمید ہے کہ اپنا کام چھوڑ کر ان کی امداد کریں، اکثر لوگوں کو خصوصاً ضعفاء و نسواں کو نفسی نفسی میں مشغول دیکھا ہے، تو بہ وجہ مجبوری مرد ہی امداد کریں گے، تو لامحالہ اُتارنے میں چڑھانے میں اجنبی مرد اس کا ہاتھ بھی پکڑیں گے، کمر بھی تھامیں گے، تو ایسے وقت فتنوں سے محفوظ رہنا جانبین کا یا ایک ہی جانب کا مشکل ہے، خاص کر قلب اور عین کے فتنے سے، تو ایسے حج کی ضرورت ہی کیا ہے ؟ جب شریعت اس کو حاضر ہونے کا حکم نہیں کرتی؛ بلکہ روکتی ہے، تو پھر یہ کیوں مصیبت میں پڑتی ہے؟ اگر اس عورت کو مالی استطاعت ہو، اور محرم و شوہر موجود نہ ہو، یا جانے پر آمادہ نہ ہو؛ کیوں کہ اس کو شرعاً اس کا اختیار حاصل ہے تو اس میں فقہاء مختلف ہیں کہ آیا استطاعتِ مالی سے نفسِ وجوب حج اس کے ذمے ہو گیا ہے یا نفسِ وجوب بھی نہیں ہوا۔

پہلے قول پر اس عورت کے ذمے حجِ بدل کی وصیت کرنا واجب ہوگا اور دوسرے قول پر نہیں، لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ وصیت کی جائے، اگر یہ وسوسہ ہو کہ اگر وصیت نافذ نہ کی گئی تو حج میرے ذمے رہے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ خواہ ایسا ہو؛ لیکن گناہ گار نہ ہو گی؛ کیوں کہ اس نے اپنے ذمے کے واجب کو یعنی وصیت کو ادا کر دیا، اب نفاذ اس کا جب کہ مال چھوڑ جائے وَرثا کے ذمے واجب ہے، اگر وہ کوتاہی کریں گے اس کا مواخذہ ان سے ہوگا۔ (اصلاحِ انقلابِ امت ۱ / ۲۰۴)

یہ بھی واضح رہے کہ محرم وہ ہوتا ہے جس سے اس عورت کا نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہومثلاً: باپ، بیٹا، دادا، نانا، نواسہ، پوتا، بھانجا، بھتیجا وغیرہ، اور عورت خاوند یا محرم کے ساتھ ہی حج یا سفر کرسکتی ہے۔ فی ردالمحتار (قوله مع زوج أو محرم)۔۔ والمحرم من لایجوز له مناکحتها علی التأبید بقرابة أو رضاع أو صهرية۔۔ (قوله فی سفر) هو ثلاثة أيام ولياليها فيباح لها الخروج إلى ما دونه لحاجة بغير محرم۔ (۲/۴۶۴) اور ''کتاب الفتاویٰ'' میں ہے کہ محرم رشتے داروں سے وہ اقارب مراد ہیں، جن سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے، نسبی رشتے داروں میں باپ دادا اور ان کا آبائی سلسلہ، چچا، ماموں، بیٹا، بیٹے اور بیٹی کی اولاد، اور ان کا آبائی سلسلۂ اولاد، بھتیجا، بھانجہ، سسرالی رشتے داروں میں خسر اور ان کا آبائی سلسلہ، شوہر کی اولاد، اسی طرح داماد، یہ سب ہمیشہ کے لیے حرام ہیں، تیسرے وہ لوگ جو دودھ کے رشتہ سے حرام ہوں، یعنی رضاعی باپ، چچا، ماموں، دادا وغیرہ۔ جن لوگوں سے عارضی طور پر نکاح حرام ہومثلاً پھوپھا، خالو، بہنوئی، یہ محرم نہیں ہیں: کیوں کہ پھوپھی، خالہ اور بہن کے انتقال یا ان کو طلاق دینے کے بعد نکاح کی حرمت ختم ہوجاتی ہے؛ اس لیے بہنوئی محرم میں داخل نہیں ہے، نہ اس کے ساتھ سفرِ حج درست ہے اور نہ عام سفر۔ (کتاب الفتاویٰ ۴/ ۴۴) اور داماد سے بھی ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے؛ یہاں تک کہ اگر نکاح کے بعد بیوی سے قربت کی نوبت نہ آئی ہو اور اس سے پہلے ہی طلاق ہوجائے، تب بھی ساس اور داماد ایک دوسرے پر ہمیشہ کے لیے حرام ہیں، خود قرآن مجید میں اس کی صراحت موجود ہے، اس لیے ساس کا اپنے داماد کے ساتھ سفرِ حج کرنا جائز ہے؛ البتہ اگر عمر میں زیادہ تفاوت نہ ہو، یا مرد یا عورت کے اخلاق وعادات قابلِ اطمینان نہ ہوں، یا کسی اور وجہ سے فتنے کا اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں ان کا ایک دوسرے کے ساتھ سفر کرنا مناسب نہیں ہے۔ (ایضاً ۴۲)

مختصر یہ کہ عورت پر حج فرض ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ اس کا کوئی محرم رشتے دار موجود ہو، اگر اس کے ساتھ کوئی محرم چلنے کو تیار نہ ہو، یا تیار ہو؛ لیکن عورت کے اندر اتنی استطاعت نہ ہو کہ وہ اپنے علاوہ اپنے کسی محرم رشتے دار کے اخراجاتِ سفر بھی برداشت کرسکے تو اس پر حج فرض نہیں۔ (ایضاً ۴۳)

فتاویٰ

انتخاب: عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

خطبہ جمعہ کے دوران چندہ کرنا

سوال — جامع مسجد میں خطبہ کے دوران مسجد کے لیے چندہ کرنا کیسا ہے۔

جواب — واضح رہے کہ خطبہ کے دوران خطبہ سننے کے علاوہ کوئی دوسرا کام کرنا جائز نہیں، خواہ چندہ کرنا ہو، یا دینا ہو، یا کوئی اور کام ہو، لہٰذا مسجد کی انتظامیہ کو چاہیے کہ خطبہ شروع ہونے سے پہلے پہلے یا نماز کے بعد چندہ کرنے کی ترتیب بنا لے۔ اور خطبہ کے دوران چندہ کرنے سے بچا جائے۔

جسم کے زائد بالوں کے کاٹنے کا حکم

سوال — کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ زیر ناف بالوں کے کاٹنے کی حد کہاں تک ہے، بدن کے کون کون سے بالوں کا کاٹنا جائز یا واجب ہے؟ اور کون سے ناجائز اور مکروہ ہیں؟ تفصیل سے ذکر کریں۔

جواب — مرد و عورت کے لیے اپنی شرم گاہ اور جائے پاخانے اور ان کے ارد گرد کے بال کاٹنا، اسی طرح موئے زیر بغل کاٹنا، مونچھوں کے کاٹنے میں مبالغہ کرنا سنت ہے، ہفتے میں ایک بار کاٹنا مستحب ہے، اگر ہر ہفتے میں نہ کاٹ سکے تو پندرہ دن کے بعد کاٹے، زیادہ سے زیادہ چالیس دن کے بعد نہ کاٹنے سے گناہ گار ہوگا، سر کے بالوں کو منڈوانا اور سنت کے مطابق چھوڑنا دونوں جائز ہیں مگر بعض بالوں کو کٹوانا اور بعض کو چھوڑنا منع ہے اس کے علاوہ پیٹھ اور سینے کے بال کاٹنا بھی جائز ہے مگر خلاف اولیٰ ہے اور سفید بالوں کا نوچنا مکروہ ہے۔

R.N.I. REGD. NO. 62469/95U.M.

URDU MONTHLY MAGAZINE

MAZAHIR ULOOM

SAHARANPUR



SAHARANPUR 247001(U.P.)INDIA

MADRASA MAZAHIR ULOOM

SAHARANPUR-247001 (U.P.) INDIA, PH. 0132-2655542

E-Mail: jamiamazahir@gmail.com